صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

مشاورت

علامہ شاہ تراب الحق قادری
الحاج شفیع محمد قادری
علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
منظور حسین جیلانی
حاجی عبداللطیف قادری
ریاست رسول قادری
حاجی حنیف رضوی
کے . ایم . زاہد

تصحیح و ترتیب
حافظ محمد علی قادری

کمپوزنگ
شیخ ذیشان احمد قادری

دائرے میں سرخ نشان
ممبرشپ ختم ہونے کی علامت ہے
زرتعاون ارسال فرماکر مشکور فرمائیں۔

سرکولیشن
محمد فرحان الدین قادری
سید محمد خالد قادری

ھدیہ فی شمارہ =/15 روپیہ ، سالانہ =/150 روپیہ ، بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ ، لائف ممبرشپ =/300 ڈالر
نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں

25/جاپان مینشن، ریگل چوک صدر، کراچی 74400، فون: 021-7725150
فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

(پبلشرز مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی۔ آئی۔ چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی سے شائع کیا

آئینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

اسوۂ حسنہ پر عمل......وقت کی اہم ضرورت

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سازند ملک سجدہ گہش اس سرِ عزت   جائے کہ بود نقشِ کفِ پائے محمد ﷺ

سب سے پہلے کائنات رنگ و بو کے ماہِ جشنِ بہاراں یعنی ''الشھر الربیع النور الشریف'' کی مبارکباد قبول ہو۔ اس مبارک ماہ میں ملّتِ اسلامیہ بلکہ کائناتِ ارضی کا ذرّہ ذرّہ اس انسانِ کامل واکمل احسن واجمل، یعنی احمد مرسل ﷺ کا جشنِ ولادت مناتی ہے جس کا اسوۂ حسنہ پوری انسانیت کے لئے منارۂ نور ہے۔ جس کی تعلیمات سرچشمۂ ہدایت ہیں، جس کی ذاتِ قدسیہ سراپا رحمت ہے۔ سید عالم نور مجسم ﷺ نے انسان کو جھوٹے خداؤں کی غلامی کے قعرِ مذلت سے نکال کر ایک معبود، اللہ وحدہٗ لاشریک کے آگے سجدہ ریز کیا اور اس کو شرفِ انسانیت کی معراج سے آگاہ کیا۔ آپ کی ولادت باسعادت سے قبل چھٹی، ساتویں صدی عیسویں کا زمانہ ایسا تھا کہ اس وقت ساری دنیا ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی، کرۂ ارض کے گوشے گوشے میں ظلم وناانصافی ،شرک وگمراہی، ہر قسم کی عصبیت وسیہ کاریوں کے مہیب اندھیرے چھائے ہوئے تھے ایسے حالات اور حیاتِ انسانی کے معاملات کی اصلاح اور درستگی کے لئے اللہ (خالق ومالک) نے سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے وجود مسعود کو کائنات میں مالک ومختار بنا کر مبعوث فرمایا، جس کی بشارت سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے دی:

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم

وہ جب آئے تو کائنات میں اجالا ہوگیا، زمانے کو توحید کا پیغام ملا، بیواؤں اور بیکسوں کو سہارا، یتیموں کو ملجاء اور غلاموں کو ماءوی ملا، گرتوں کو سہارا اور ناداروں کو پشت پناہ ملا۔ آپ ﷺ نے تمام انبیاء سابقین کی تصدیق کی اور عالمگیر انسانیت کے نام اسلام کا جو پیغام نشر کیا اس کے الفاظ آج بھی فضاؤں میں گونج رہے ہیں اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک گونجتے رہیں گے، آپ فرماتے ہیں:

''عرب کو عجم پر کوئی فضیلت نہیں، گورے کو کالے پر کوئی برتری نہیں، حسب نسب کی فضیلت کوئی چیز نہیں، تم سب آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہو اور اس کو کبھی نہ بھولنا کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیئے گئے تھے''

پھر مزید فرمایا! ''اللہ کے نزدیک برتری اور فضیلت کا معیار نہ دولت ہے نہ علم نہ شعور و آگہی بلکہ تقویٰ،
یعنی خدا ترسی، امانت و دیانت، راستبازی و صداقت اور اخلاقی پاکیزگی ہے''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم اور عبد خاص ﷺ کو وہ مقام و مرتبہ اور معجزات عطا فرمائے ہیں جو کسی نبی اور رسول کو عطا نہیں فرمائے۔ آپ کی ایک امتیازی شان قرآن حکیم نے ''ورفعنا لک ذکرک'' بیان فرمائی۔ یعنی ''ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند فرمایا'' یہ ذکر الٰہی کے ساتھ آپ کے رفع ذکر کا تلازم ظاہر کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ ذکر ''محمد'' ﷺ کو لازم قرار دے کر آپ کی عظمتِ شان، آپ کے مقام و مرتبہ کی بلندی، آپ ﷺ کے خصائص وصفات اور جلال و جمال کی بے پناہ جہتوں اور وسعتوں اور انسانی ذہن وفکر کے اعتبار سے بارگاہ الٰہی سے عطا کردہ آپ کی لامحدود صلاحیتوں اور قوت وطاقت کا اظہار کیا ہے۔ گویا آپ اپنے رب تعالیٰ کے شاہکار اعظم اور اس کی صفات و کمالات کے مظہر اتم ہیں۔ اس سے بڑھ کر رفعتِ نام اور رفعتِ مقام اور کیا ہوسکتا ہے کہ بحر و بر اور فضائے دھر کی ہر گھڑی، ہر آن اس آواز سے گونج رہی ہے۔ یہ مقام مخلوقات میں صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی کو حاصل ہے۔ بلاشبہ ربِّ ذوالجلال نے اپنے محبوب اور برگزیدہ بندے سے رفعتِ ذکر کا جو وعدہ فرمایا وہ پورا ہو کر رہا اور سید عالم، رحمت ہر دو عالم ﷺ کا ذکر اور ان کا چرچا ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان پر درود بھیجتے رہے ہیں، بھیج رہے ہیں تا صبح قیامت اور مابعد قیامت بھی بھیجتے رہیں گے، ساتھ ہی ایمان والے بھی بحکم الٰہی ہر زمانہ میں ہمیشہ ان پر خوب سے خوب تر درود وسلام بھیجتے رہے ہیں، بھیج رہے ہیں اور تا صبح قیامت اور مابعد قیامت بھی ان شاء اللہ، بھیجتے رہیں گے۔

لیکن بایں ہمہ شان وشوکت اور جوش وجذبہ یوم عید میلاد النبی ﷺ کی ایک اور اہمیت بھی ہے اور ہمارے خیال میں یہ سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ وہ یہ کہ میلادِ مبارک کے انعقاد کے ذریعہ مسلمانوں کی ذہنی اور قلبی تربیت بھی کرنی چاہیے۔ میلادِ مبارک کی ہر محفل میں سیّد عالم آقائے دوجہاں ﷺ کی فضائل و کمالات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اُسوۂ رسول ﷺ کو ضرور مدنظر رکھا جائے تاکہ جذبۂ تقلید اور سنّتِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کا ذوق و شوق قائم رہے اور اگر ختم ہو چکا ہے تو بیدار ہو جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ:

(۱) ہر مسلمان انفرادی طور پر درود وسلام کی کثرت کرے، ہر گھر میں میلاد شریف کا اہتمام صرف ۱۲ ربیع الاول شریف کے دن یا ماہِ ربیع الاول شریف میں ہی نہیں بلکہ تمام سال اگر ہر روز نہیں تو کم از کم ہر ہفتہ یا ہر ماہ پابندی سے کیا جائے کیونکہ پابندی سے درود وسلام کا ورد کرنے والے کے قلب میں آقا و مولیٰ ﷺ کی یاد جاں گزیں ہو جاتی ہے اور آپ ﷺ کا ''اسوۂ حسنہ'' جو حلّ المشکلات ہے اور جو حیاتِ انسانی کے لئے بہترین اور کامل نمونہ ہے، ہر وقت پیش نظر رہتا ہے۔ جس گھر میں میلاد شریف ہوتا ہے۔ اس کے ہر مکین کے دل میں سید عالم ﷺ کی محبت اور ان سے غلامی کی نسبت قوی سے قوی تر ہوتی ہے اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شوق روز افزوں رہتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ محافلِ میلاد میں صرف ان صاحبانِ علم کو دعوتِ خطاب دی جائے جو صحیح معنوں میں عالمِ باعمل ہوں، صاحبِ تقویٰ ہوں، قرآن و حدیث کے مضامین اور احمدِ مختار سید ابرار ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات اور آپ کی سیرتِ پاک وسوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہوں تاکہ وہ آپ کے شمائل وفضائل اور حیات مبارکہ کے وقعات ایسے دلپزیر انداز میں بیان کرسکیں کہ سامعین کے قلوب میں آپ ﷺ کی سچی محبت کے ساتھ ساتھ تقلید کا ذوق وشوق بھی پیدا ہو۔

(۳) دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا سب سے بڑا اور اہم مقصد وحدانیت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ مکارم اخلاق کی تکمیل رہا ہے۔ چنانچہ معلم

کائنات سید عالم علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس لئے واعظین کرام کا یہ فرض ہے کہ وہ سیدِ انس و جاں، صاحبِ خلقِ عظیم علیہ السلام کے اخلاق عالیہ کی مثالیں حاضرین وسامعین محفلِ میلادمبارک کے سامنے ان کی تربیت و تعلیم کے لئے بیان کریں تاکہ ہم مسلمانوں کی زندگی سید عالم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کے نور کے پرتو سے منوّر اور خوشگوار ہوجائے یہاں تک کہ اتباع سنت کا یہ نور زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک سایہ فگن ہوجائے اور مسلمان یک جان دو قالب بن جائیں۔ کیونکہ اخلاقِ محمدی کے سانچہ میں ڈھل کر ہی ہم ایک دوسرے کے لئے باعثِ رحمت اور آپس میں شیر وشکر بن سکتے ہیں۔ اس ضمن میں ان محافل مبارکہ میں سیرت مبارکہ کے بعض چھوٹے چھوٹے واقعات (جو بظاہر تو چھوٹے دکھائی دیتے ہیں لیکن اپنی اہمیت اور دوررس اثرات کی بناء پر اخلاقِ عالیہ کے مظہر ہوتے ہیں) کی طرف توجہ دلاتے رہنا چاہیے جن سے فطری طور پر عوام الناس متاثر ہوں اور ان کے اندر اخلاقی ذوق پیدا ہو۔ جب ایک عام انسان دیکھتا ہے کہ اتنا عظیم انسان جسے اللہ رب العزت نے آقائے دوجہاں، تاجدار دوعالم اور امام الانبیاء و رسول علیہ السلام بنا کر مبعوث فرمایا زندگی کی معمولی سی معمولی قدروں کی بھی پاسداری کرتا ہے تو وہ دیوانہ وار اس سے محبت کرنا لگتا ہے اور اس کے نقش قدم کو چراغ راہ بنا کر سر کے بل چلنا اپنا شعار بنالیتا ہے۔ مثلاً سیرت مبارکہ کے اس واقعہ کو لے لیجئے جس کو ''دنیا کے سوعظیم ترین انسان'' کے عیسائی مصنف مائیکل ہارٹ نے وجہ تسمیہ کے طور پر بیان کیا ہے کہ اس نے اپنی مذکورہ کتاب میں عیسائی ہونے کے باوجود سیدنا محمد رسول اللہ علیہ السلام کے ذکر کو اولیت کیوں دی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا کہ سیرت مبارک کے درج ذیل واقعہ نے اسے اس قدر متاثر کیا کہ وہ آپ علیہ السلام کو دنیا کا عظیم ترین آدمی قرار دینے پر مجبور ہوگیا۔ واقعہ یوں ہے:

''ایک مرتبہ سید عالم، رحمت مجسم علیہ السلام اپنی پیاری صاحبزادی، خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ملاقات کو تشریف لے گئے تو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ یا رسول اللہ علیہ السلام میرے جگر گوشے اور آپ کے چہیتے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (جو اس وقت بچے تھے) باہر محلّہ کے بچوں کے ساتھ نکلے ہیں اور کافی دیر ہوگئی گھر نہیں لوٹے میں بہت پریشان ہوں، آپ ان کو تلاش فرمائیں اور گھر واپس لے آئیں۔ سرورِ عالم علیہ السلام اسی وقت الٹے پاؤں واپس باہر تشریف لے جاتے ہیں اور ان دونوں شہزادوں کو تلاش کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں کچھ دیر کے بعد آپ نے دیکھا کہ وہ دونوں شہزادگانِ خانوادۂ نبوت ایک میدان میں مدینہ شریف کے دیگر بچوں کے ساتھ (دوڑ) کا کھیل کھیلنے میں مشغول ہیں۔ آپ علیہ السلام فوری طور پر ان کے پاس بلانے کے لئے تشریف نہیں لے گئے حالانکہ شفقت جدّی اور ان کی والدہ ماجدہ کی بیتابی وممتا کا تقاضہ یہی تھا، لیکن آپ علیہ السلام میدان سے ہٹ کر کچھ فاصلے پر درختوں کی اوٹ میں کھڑے ہوگئے اور وہاں سے شہزادگان پر نظر رکھے رہے۔ جب کھیل کود سے بچے فارغ ہوئے تب بھی آپ میدان کی طرف تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ تمام دیگر مدنی بچے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تنہا رہ گئے تو آپ جلدی جلدی وہاں پہنچے اور دونوں شہزادوں کو پیار کیا اور دونوں کو اپنے مبارک کاندھوں پر بٹھا کر گھر لے آئے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے، جو یہ منظر دیکھ رہے تھے آپ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ علیہ السلام، آپ پر ہمارے ماں باپ قربان آپ نے حسنین کریمین کو واپس لانے کے لئے اتنی دیر تک انتظار کیوں فرمایا اور فوراً میدان میں جاکر دیگر بچوں کے درمیان سے آپ ان کو گود میں لیکر واپس تشریف کیوں نہ لے گئے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے لختِ جگر جن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے ان میں زیادہ تر شہدائے بدر کے یتیم بچے تھے اگر میں ان میں جاکر حسنین کریمین کو آواز دیتا اور ان کے سامنے ان کو پیار کرتا اور شفقت جدّی کے اظہار کے طور پر اپنے کاندھوں پر بٹھا کر لاتا تو ان یتیم بچوں کے دل ٹوٹ جاتے اور وہ یہ یاد کر کے افسردہ ہوجاتے کہ آج ہمارے بھی والد یا دادا، نانا ہوتے تو وہ بھی انہیں اسی طرح لینے آتے اور انہیں اسی طرح پیار کرتے

اور اپنی گود اور کندھوں پر بٹھا کر ان کو ان کے گھروں کو لے جاتے۔ میں نے ان یتیم بچوں کا دل دکھانا مناسب نہ سمجھا اور اس وقت تک انتظار کیا جب تک تمام بچے اپنے اپنے گھروں کو واپس نہ چلے گئے''

مائیکل ہارٹ نے لکھا ہے کہ جب میں نے یہ واقعۂ سیرت پڑھا تو باوجود عیسائی ہونے کے میرے دل نے یہ گواہی دی کی جو ذات ایک یتیم بچہ کی دل شکنی کا اس معمولی امر میں بھی خیال رکھتی ہو یقیناً عالم انسانیت میں اس سے زیادہ رحیم وشفیق اور اخلاق عالیہ کی حامل کوئی اور ہستی نہیں ہوسکتی۔ عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ ہمیں اس میلادِ مبارک کی ان محافل کو اخلاقِ نبوی اور اُسوۂ حسنہ کی تعلیم وتربیت کا مرکز بنانا چاہیے۔ مسلمانوں کی سید عالم ﷺ سے وابستگی، رشتۂ وارفتگی اور محبت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلم نوجوانوں کے کردار کی تعمیر اور اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دلانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے یہ تعلیم وتربیت ضروری بھی ہے اور میلاد مبارک کی محافل کا مطلوب ومقصود بھی۔ ملّی اعتبار سے یہ تربیت علماء کے ہاتھ میں ہے۔ بشرطیکہ ان محافل میں صرف ان علماء کو دعوتِ خطاب دی جائے جو عامل بہ شریعت اور صاحب طریقت ہوں، رہا قرآن وحدیث کے غوامض بتانا تو وہ بھی ضروری ہے، لیکن وہ خواص کی محفل میں قابل قبول اور اثر پذیر ہوگا۔ آج ہمارے عام آدمی کی دینی علوم اور قرآن وحدیث کی معلومات کی جو سطح ہے وہ ان مطالبِ عالیہ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا سید عالم ﷺ سے محبت کے عملی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اخلاق نبوی اور اسوۂ حسنہ کو موضوع بنانا وقت کی ضرورت اور ملت اسلامیہ کی تعلیم وتربیت کا تقاضہ ہے۔

آج امت مسلمہ کو اجتماعی طور پر اور پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک کو انفرادی طور پر جن مسائل کا سامنا ہے وہ اس بات کی نشاندھی کررہے ہیں کہ ہم نے (خصوصاً ہمارے اربابِ بست وکشاد نے) سیرت طیبہ سے اس طور پر رہنمائی حاصل نہیں کی جس کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کے ذریعہ جو کتاب ہدایت ہمارے لئے بھیجی اور جس کی عملی تفسیر حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی صورت میں ہمارے سامنے تفصیل کے ساتھ موجود ہے اسے ملحوظ رکھا جاتا تو یہ کیسے ممکن ہوتا کہ آج مسلم دنیا تعلیم وتعلم، ٹیکنالوجی، صنعت وحرفت، تجارت وسفارت غرض ہر میدان میں غیر مسلم دنیا سے اس قدر پس ماندہ ہوتی۔ اگر ہم مدینہ منورہ کی اس پہلی اسلامی مملکت کے بھائی چارے کے نظام کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے جس میں باوسیلہ حضرات وسائل، گھر بار اور کاروبار سے محروم حضرات کو اپنی املاک اور کاروبار میں شریک کرکے غربت اور اجتماعی معیشت کے مسائل پر قابو پاتے ہیں تو آج مسلم دنیا میں یہ کیسے ممکن ہوتا کہ امیر اور خوشحال مسلمان ملک اور ان کے حکمران اپنا سرمایہ امریکہ ویورپ کے بینکوں میں جمع کروا کر اپنے وسائل کو مسلمانوں کے خلاف سازش اور اسلحہ سازی کے لئے استعمال کرنے کا موقعہ دیتے۔ جبکہ مسلمانوں کے جمع شدہ انہی وسائل کے بل بوتے پر یہ ممالک دنیائے اسلام کی ضروریات (سڑکوں، ڈیموں، ذرائع نقل وحمل اور ذرائع ابلاغ وغیرہ) کی تعمیر کیلئے اپنے بینکوں سے بھاری سود در سود شرح والے قرضے جاری کرکے ان ملکوں کی معیشت اور سیاست کو یرغمال بناتے رہے ہیں۔

ربیع الاول شریف کے اس مبارک موقع پر مسلم دنیا کے حکمرانوں کو اپنی کوتاہیوں کا محاسبہ کرتے ہوئے قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں اجتماعی اور انفرادی حیات کی از سر نو تشکیل کی سخت ضرورت ہے۔ اسلامی اصولوں کی سربلندی کے لئے متحد ومنظم ہوکر کام کرنے کی صورت نکالنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اسلام دشمن یک طرفہ پروپیگنڈہ کے جواب دینے کے بھی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لئے مسلم ممالک کو ایک مشترکہ مضبوط، منظم اور مضبط میڈیا کے قیام کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ ''جرم ضعیفی'' کی سزا دینے کے جو مختلف حربے افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر وغیرہ میں استعمال ہورہے ہیں ان میں خاکم بدھن کوئی مسلم ملک بھی محفوظ نہ رہ سکے گا۔

جوئے خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے   آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے ارباب حل وعقد کو اسوۂ حسنہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

عبث کے معنی اور اقسام

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے لفظ ''عبث'' کے معنی اور شرعِ اسلامی میں ''حکم عبث'' کے اطلاق کے سلسلے میں جو تحقیق پیش فرمائی ہے وہ ایک ایسا شاہکار جو کسی اور محقق یا مفسر کی تصنیف میں اس نظم وضبط کے ساتھ نہیں ملتا، ونیز اس کے بعد لفظ ''عبث'' کے تحت جو تنقیح حکم فرمائی ہے وہ بھی لاجواب ہے علماء و محققین کے لیئے یہ تحقیق وتشریح ایک نادر تحفہ ہے اس سے قبل کہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تشریح پیش کی جائے اور تنقیح حکم کی طرف چلا جائے ''عبث'' کے ۱۲ رمعنی اور اقسام کے تحت امام احمد رضا کی تحقیق پیش کی جارہی ہے جبکہ آئندہ شمارے میں اس کا بقیہ حصہ ''حکم عبث'' اور اس کی تحقیق پیش کیا جائے گا۔

ترتیب وپیشکش: سید وجاہت رسول قادری

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ٥

(المؤمنون:۲۳:۱۱۰)

''کیا اس گمان میں ہو کہ ہم نے تم کو بیکار بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے''

عبث کے معنی اور اقسام:

(۱) جس فعل میں غرض غیر صحیح ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سفہ۔ یہ تفسیر امام بدرالدین کردری کی ہے۔ امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسی طرح ان سے نقل فرما کر اس پر اعتماد کیا اور محقق علی الطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمٰن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار فرمایا غنیہ حلبیہ میں ہے:

''مستصفی میں ہے کہ امام بدرالدین عینی یعنی کردری فرماتے ہیں عبث وہ فعل ہے جس میں کوئی صحیح غرض نہ ہو اور سفہ وہ ہے جس میں سرے سے کوئی غرض ہی نہ ہو'' (۱)

(۲) جس میں ''غرض غیر شرعی ہو'': **اقول:** یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرضِ غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرضِ غیر شرعی، غیر صحیح ہو۔ بدرالدین کردری فرماتے ہیں عبث اس فعل کو کہتے ہیں جس میں غرض تو ہو مگر یہ ''غرض شرعی'' نہ ہوا اور سفہ اس کو کہتے ہیں جس میں سرے سے کوئی غرض ہی نہ ہو۔ (۲)

(۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو: **اقول:** یہ ان دونوں سے اعم ہے کہ اصلاً ''عدمِ غرض'' کو بھی شامل اور ثانی سے اخص بھی کہ ''غرضِ غیرِ شرعی صحیح'' کو بھی شامل یہ تفسیر امام حمیدالدین کی ہے۔

(۴) ''غرض شرعی نہ ہو'': **اقول:** یہ اول ثانی ثالث سب سے اعم مطلقا ہے کہ انتفائے غرضِ صحیح انتفائِ غرضِ شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرضِ شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل امام نسفی اپنی وافی شرح کافی میں فرماتے ہیں:

''عبث بلاضرورت شرعی مکروہ ہے اس لئے کہ یہ بے فائدہ ہے'' (۳)

(۵) جس میں فاعل کے لئے کوئی غرضِ صحیح نہ ہو: **اقول:** یہ ا،۳ سے اعم مطلقاً ہے، کہ ممکن ہے کہ فعل غرضِ صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا غرض غیر صحیح کے لئے کرے اور ۲،۴ سے اعم من وجہ کہ غرضِ فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصودِ فاعل ہے تو وہ دو صادق خامس منتفی اور غرضِ شرعی میں مقصود فاعل ہے تو بالعکس تعریفات السید میں ہے: ''جس میں فاعل کے لئے غرضِ صحیح نہ ہو'' (۴)

(۶) بے فائدہ کام، بحرالرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے:

''غیر مفید عبث ہے'' (۷)

عبدالملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا

اس معنے کی طرف مشیر ہے: ''شے بے ثمر باطل ہے''

تفسیر ابن جریر میں ان سے مروی: ''عبث کو باطل کہا''(۶)

(7) جس میں فائدہ معتد بہا نہ ہو:

تاج العروس میں ہے: ''عبث عادتاً غیر مفید''(۷)

اقول: اسی طرف کلام علامہ ابوسعود ناظر کہ ارشاد العقل میں فرمایا:

''حکمت بلیغ کے بغیر ''عبث'' ہے۔

(8) اس کام کے قابل فائدہ نہ ہو یعنی اس میں جتنی محنت ہو نفع اس سے کم ہو:

اقول: اسے ہفتم سے عموم وخصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہوا جس میں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اس کے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہے مگر اس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم۔ علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے:

''عبث جیسے بلا فائدہ کھیلنا فائدہ تو ہو مگر معتد بہ نہ ہو اور یا جو فعل کے مقابل ہو، جیسا کہ اصولیوں نے ذکر کیا ہے''(۸)

(9) وہ کام جس کا فائدہ معلوم نہ ہو:

اقول: اولاً مراد عدمِ علمِ فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جن کا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے وراء ہو عبث نہیں ہو سکتے۔

ثانیاً، حکمت و غایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنیٰ کی حکمت ہمیں معلوم نہیں فائدہ معلوم ہے کہ الاسلام گردن نہادن۔ (یعنی اسلام گردن رکھنے کے معنی میں ہے)

ثالثاً، ''عدمِ علم مستلزمِ عدم نہیں تو یہ تفسیر ان تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات السید میں ہے، ''غیر مفید کام کا ارتکاب''(۹)

اقول مگر علم بے قصد کیا مفید بلکہ اس کی شناعت اور مزید تو یہ حد جامع نہیں

(10) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو۔ **اقول:** یہ نہم سے بھی اعم کہ عدمِ علم عدمِ قصد کو مستلزم ولا عکس، تاج العروس میں ہے ''عبث وہ ہے جس میں کسی فائدہ کا ارادہ نہ ہو''(۱۰)

(11) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب۔ جوہر نیرہ میں ہے:

''ہر بے لذت کام عبث اور بالذت لعب ہے''(۱۱)

اقول: یہ اپنے اس ارسال پر بدیہی البطلان ہے، نہ ہر بے لذت کام عبث جیسے دوائے تلخ پینا، نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف و نعت مقدس کا ورد۔ تو بعض تعریفات مذکورہ سے اسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو۔

(12) عبث و لعب ایک شے ہیں۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے اور کثرت اقوال بھی اسی طرف ہے۔

نہایہ اثیریہ و مختار الصحاح میں ہے ''عبث لعب ہے''(۱۲)

''عابث لاعب بے معنی بے فائدہ''(۱۳)

لاحق کی وجہ سے عمل عبث ہے لذاتہٖ عبث نہیں لہٰذا حقیقۃً خالط عبث ہے مخلوط بہ عبث نہیں طحطاوی علی الدرر میں ہے:

''عبث بے لذت لعب بالذت''(۱۴)

تفسیر ابن جریر میں ہے: ''عبث لعب و باطل ہے''(۱۵)

مفردات راغب ہے ''عبث لعب کے ساتھ مخلوط ہو''(۱۶)

یہ بارہ تعریفیں ہیں اور بعونہٖ تعالیٰ بعد تنقیح سب کا مآل ایک

حوالہ جات

(۱) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی، لاہور، ص۳۴۹
(۲) عنایہ مع فتح القدیر، نوریہ رضویہ، سکھر ۱/۳۵۶
(۳) کافی
(۴) التعریفات، باب العین، مطبوعہ خیریہ مصر، ص۱۶۳
(۵) بحرالرائق، مایفسد الصلوۃ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص۲/۹
(۶) ابن جریر، مصر ۱۸/۴۴
(۷) تاج العروس فصل العین من باب الثاء، مطبوعہ احیاء التراث العربی، ۱/۶۳۲
(۸) ارشاد العقل السلیم بیروت، ۲/۱۵۳
(۹) التعریفات، باب العین، مطبع خیریہ، مصر، ص۶۳
(۱۰) تاج العروس، فصل العین من باب الثاء، احیاء التراثالعربی، ۱/۶۳۲
(۱۱) جوہرۃ نیرۃ، مکروہات الصلوٰۃ مکتب امدایہ، ملتان ۱/۴۷
(۱۲) الصحاح، باب الشین، فصل العین بیروت ۱/۲۸۶
(۱۳) تاج العروس، فصل العین منباب، الثاء، احیاء التراث العربی، ۱/۶۳۲
(۱۴) طحطاوی، علی الدر المختار، بیروت، ۱/۲۷۰
(۱۵) ابن جریر، سورۃ المومنون، آیۃ ۱۱۵، مصر، ۱۸/۴۴
(۱۶) مفردات راغب، باب العین، اصح المطابع، کراچی، ص۳۲۲

﴿۲﴾ کلمۂ طیبہ کے تصدیق کرنے کی فضیلت

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خان رضوی *

عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومعاذ ردیفه علی الرحل قال: یا معاذ بن جبل! قال: لبیک یا رسول الله وسعدیک! قال: یا معاذ! قال: لبیک یا رسول الله و سعدیک! قال: یا معاذ! قال: لبیک یا رسول الله و سعدیک ثلثا! قال: مَامِنْ أَحَدٍ یَشْهَدُ أن لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰه وَأَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَدَقَ مِنْ قَلْبِهٖ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰه! أفلا أخبر به الناس فیستبشرون؟ قال: اذاً یتکلو، وأَخْبَرَبِهَا مُعَاذٍ عِنْدَمَوْتِهٖ تَاَثُّماً۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہی کجاوے پر سوار تھے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، معاذ! یا رسول اللہ! میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کا فرمانبردار ہوں۔ حضور نے پھر فرمایا: اے معاذ! حضرت معاذ نے پھر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور فرمانبردار ہوں۔ تین مرتبہ حضور نے اسی طرح فرما کر ارشاد فرمایا: جس شخص نے کلمہ طیبہ

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

کی صدق دل سے گواہی دی اللہ تعالیٰ نے اسے دوزخ پر حرام فرمادیا ہے۔ حضرت معاذ نے عرض کیا! یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنادوں؟ فرمایا! تو عام طور پر لوگ اسی پر بھروسہ کرلیں گے پھر حضرت معاذ نے اپنے انتقال سے کچھ پہلے کتمانِ علم کے گناہ سے بچنے کے لئے یہ حدیث بیان فرمادی۔ (اظہار الحق الجلی، ص ۳۴)

۷-عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: یَاأَیُّهَاالنَّاسُ! إِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاکُمْ وَاحِدٌ

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور باپ ایک'' (فتاویٰ افریقہ، ص ۳۶)

حوالہ جات

(۶) الجامع الصحیح للبخاری، کتاب العلم، ۱/۲۴
☆ الصحیح المسلم، کتاب الایمان، ۱/۴۶
(۷) الترغیب والترھیب للمنذری، ۳/۶۱۳، کنز العمال للمتقی
☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ۳/۲۶۶

*(پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلوی شریف)

﴿ماخوذ از: جامع الاحادیث﴾

تجلیات سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

خواب میں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہاریں

﴿قیامت تک جاری رہیں گی﴾

مصنف: ڈاکٹر عیسیٰ بن مانع الحمیری

مترجم: علامہ عبدالحکیم شرف قادری

امام دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا:

مَنِ اسْتَكْمَلَ وَرْعَهُ حُرِمَ رُؤْيَتِيْ فِي الْمَنَامِ۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا! اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اپنے ورع اور تقویٰ کو کامل شمار کرے وہ خواب میں ہماری زیارت سے محروم کردیا جائے گا، یعنی خواب کی وہ زیارت جو زائر کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معروف اوصاف کا دیدار ہو اس کے محروم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اپنے تقویٰ کو کامل جاننا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اپنے عمل پر فخر کرتا ہے، ردّی اخلاق کا اس پر غلبہ ہے اور وہ اپنی عبادت میں اخلاص اور سچائی سے محروم ہے (یہاں تک کہ فرمایا) اسے خاص طور پر یہ سزا اس لیے دی گئی کہ خواب کا سچا ہونا عمل کی سچائی کی دلیل ہے اور خواب کا جھوٹا ہونا عمل کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار عطا نہیں کیا جاتا تاکہ یہ دلیل بن جائے کہ وہ کمالِ تقویٰ کے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اسے تقویٰ و ورع نام کی کوئی چیز حاصل نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ممکن ہے، اس بارے میں صحیح حدیث بھی وارد ہے

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اس وقت حاضر ہوئی جب سورج کو گرہن لگا اور لوگ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے، ام المؤمنین بھی کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا! لوگوں کو کیا ہے؟ (نماز کیوں پڑھ رہے ہیں؟) انہوں نے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور زبان سے کہا سبحان اللہ! میں نے پوچھا کوئی نشانی ہے؟ تو انہوں نے اشارے سے بتایا کہ ہاں! میں بھی کھڑی ہوگئی یہاں تک کہ (قیام کے طویل ہونے کے سبب) مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا! جو چیز میں نے (ابھی تک) نہیں دیکھی تھی وہ میں نے اس جگہ دیکھ لی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ، میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبروں میں آزمائش میں ڈالا جائے گا، یہ آزمائش مسیح دجال کی آزمائش کے قریب ہوگی، تم میں سے ایک کے پاس آنے والا آئے گا اور کہا جائے گا کہ تو اس مرد کے بارے میں کیا جانتا ہے؟ مومن کہے گا کہ یہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، ہمارے پاس روشن آیات اور ہدایت لے کر آئے تو ہم نے آپ کی دعوت کو قبول کیا، ایمان لائے اور ہم نے پیروی کی، اسے کہا جائے گا کہ تو آرام سے سوجا، ہمیں معلوم ہے کہ تو مومن تھا، لیکن منافق کہے گا کہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی کچھ کہہ

﴿بصد شکریہ، ماہنامہ رموز برمنگھم، برطانیہ، جون 2003ء﴾

دیا۔(ترجمہ کسی قدر اختصار کے ساتھ)

یہ حدیث واضح دلیل ہے اور اس شخص پر رد کرتی ہے جو یہ کہتا ہے کہ زیارت صرف صحابہ کرام کو ہوتی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک اور صالح روحوں کو عالم برزخ میں دیدار ہوتا ہے، جب اس طرح ہے تو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں بھی آپ کی زیارت ناممکن نہیں ہے۔

ابن عساکر نے اپنی کتاب "تبیین کذب المفتری فی مانسب الی الامام الاشعری" میں سند متصل کے ساتھ بیان کیا کہ امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ کو رمضان کی ستائیسویں تاریخ میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن حجر نے الدرر الکامنہ میں، ابن سعد نے الطبقات میں اور ان کے علاوہ دیگر تذکرہ نگاروں نے متعدد علماء اور اولیاء کا تذکرہ کیا جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی، معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ صرف صحابہ کرام کو زیارت کی سعادت حاصل ہو۔

ابن قیم کتاب الروح کے صفحہ نمبر ۳۷ پر بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن نعیم نے بیان کیا کہ مجھے نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کی زیارت ہوئی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں، کیا آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ فرمایا! ہاں بلکہ ہم ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

ابن قیم نے ہی کتاب الروح کے صفحہ نمبر ۱۷ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اس حال میں کہ آپ حضرت علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان فیصلہ فرمارہے ہیں۔

اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ حماد بن ابی ہاشم کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب اور حضرت عمر فاروق بائیں جانب تھے، دو شخص حاضر ہو کر اپنا مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش کرتے ہیں اور آپ حضور اقدس ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، حضور انور ﷺ نے آپ کو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! اے عمر، جب تم عمل کرو تو ان دونوں کے مطابق عمل کرنا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص کو فرمایا کہ تم قسم کھا کر بتاؤ کہ کیا واقعی تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟ اس نے قسم کھائی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رو پڑے۔

کتاب الروح کے صفحہ نمبر ۴۱۴ پر سات قاریوں میں سے ایک قاری حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ بات کرتے تھے تو ان کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی، ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ جب بھی بیٹھتے ہیں تو خوشبو لگاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا! میں خوشبو کو ہاتھ لگاتا ہوں اور نہ ہی اس کے قریب جاتا ہوں، ہوا یہ کہ مجھے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی اس حال میں زیارت ہوئی، آپ میرے منہ میں قرأت کررہے تھے (یعنی میرے سامنے بیٹھ کر تلاوت کررہے تھے) اس وقت سے میرے منہ سے یہ خوشبو محسوس کی جاتی ہے۔

امام قسطلانی مواہب لدنیہ (۲/۲۶۳) میں حضرت حماد بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین (فن تعبیر کے امام) کے سامنے جب کوئی شخص کہتا کہ میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے تو وہ اسے فرماتے کہ جس ہستی کی تم نے زیارت کی ہے ان کی صفت بیان کرو، اگر وہ ایسی صفت بیان کرتا جسے امام ابن سیرین نہیں پہچانتے تھے وہ فرماتے کہ تم نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی ۔اس کی سند صحیح ہے۔

محدث حاکم عاصم بن کلیب سے روایت کرتے ہیں کہ

میرے والد نے مجھے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بتایا کہ مجھے خواب میں سرور عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے، انہوں نے فرمایا! آپ کی صفت بیان کرو، میں نے بتایا کہ آپ کی شکل اور صورت مبارکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشابہ ہے تو انہوں نے فرمایا! واقعی تمہیں سرکار ﷺ کی زیارت ہوئی ہے، اس کی سند صحیح ہے۔

امام جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاویٰ (ص۲۶۰) میں فرماتے ہیں کہ ان حوالہ جات اور احادیث سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ نبی اکرم ﷺ جسمانی اور روحانی اعتبار سے زندہ ہیں اور آپ کی وہی حالت ہے جو رحلت سے پہلے تھی، آپ کی کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی اور آپ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں، حالانکہ وہ جسمانی طور پر زندہ ہیں، پس جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اپنے حبیب کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو پردہ اٹھا دیتا ہے اور آپ کی ہیات اصلیہ کی زیارت کا شرف حاصل کر لیتا ہے اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ردّ ہے اس شخص پر جو اس زمانے میں دعویٰ کرتا ہے کہ میں دلائل سے مناظرہ کر سکتا ہوں اور فضیلت والے زمانوں کے پرخلوص علماء کے ارشادات سے نقلی نہیں بلکہ عقلی دلائل کی بنیاد پر اختلاف کر سکتا ہوں، یہ حضرات بعض اوقات معقول کو دلیل ہی نہیں مانتے، ہم ان کے تمام تر احترام کے باوجود ان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک تو عقلی دلیل کی طرف اس وقت رجوع کیا جاتا ہے جب نقلی دلیل نہ پائی جائے، اس جگہ نقلی دلائل کی فراوانی کے باوجود عقلی دلیل پر اعتماد کرنے کا آپ کے پاس کیا جواز ہے؟

اس زمانے کے عجائب میں سے یہ بات ہے کہ بعض علماء اپنے بارے میں یہ خوش فہمی رکھتے ہیں کہ ہم درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں اور اسی بنا پر اپنے آپ کو اس مقام پر فائز سمجھتے ہیں کہ ان علماء پر نقص یا کوتاہی کا الزام عائد کریں جو ان سے علم اور فضیلت میں آگے ہیں، یہ ہمارے دور کی بڑی مصیبت ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہر اس شخص کو نصیحت کروں جسے اس کے نفس نے غلط فہمی اور اہل علم و فضل پر دستِ ظلم دراز کرنے پر ابھارا ہوا ہے اور انہیں گزارش کروں کہ وہ ان نصوص کی طرف رجوع کریں جن سے صراحۃً یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا خواب میں دیدار صرف صحابہ کرام کو نہیں دوسرے خوش بختوں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

کیا امام نووی پر کوتاہی کا الزام لگایا جا سکتا ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جذباتی شخصیت ہیں، جیسے شیخ زرقاء نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کے پرجوش جذبات نے ان لوگوں کی آنکھوں کو معنی صحیح کے سمجھنے سے روک رکھا ہے۔ پھر اپنے کلام کی تائید میں ابن حجر کی سوچ اور سمجھ کو پیش کرتے ہیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جناب! جب ابن حجر کا کلام آپ کو راضی نہیں کر سکا تو آپ قوی دلائل کا مقابلہ اپنی خاص رائے سے کس طرح کر سکتے ہیں؟ آپ اپنی جان پر ترس کھائیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور براہ کرم یہ بھی بتا دیں کہ پر جوش جذبات کب راہ راست میں رکاوٹ بنتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کی رضا کی خاطر حق تک پہنچنے میں کامیاب ہوں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ
لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ (الحدید: ۵۷: آیت ۱۶)

''کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت قریب نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور نازل ہونے والے حق کے لیے جھک جائیں''

پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی محبت کے سچے جذبے کا ایمان کے راسخ کرنے میں بڑا کردار ہے، ایمان کی تو بنیاد ہی محبت ہے اور ایمان جذبے ہی سے قائم رہتا ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت

کیا ہے اس حقیقت کو خوب اچھی طرح بے نقاب کرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک ہم اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کے اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں"

حدیث صحیح میں اس پر تنبیہ آئی ہے، حضرت عبداللہ ابن ہشام ابن زہرہ تیمی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، فرمایا! قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے تم کامل مومن نہیں ہو گے جب تک ہم تمہارے نزدیک تمہاری جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں، حضرت عمر نے عرض کیا، حضور ﷺ! اب آپ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہیں، آپ نے فرمایا، عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔

خلاصۂ گفتگو

اس تمام گفتگو کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواب میں دیدار چھ طریقے پر ہو سکتا ہے۔

۱- آپ کو نبی اکرم ﷺ کی ان صفات کے ساتھ زیارت ہو جو سیرت وشمائل کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور آپ کو کہا جائے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کے دل میں بھی یہ بات آئے کہ یہ رسول اللہ ہیں، ﷺ۔

۲- آپ کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت ان صفات کے ساتھ ہو جو کتب شمائل میں بیان کی گئی ہیں اور آپ کو کہا جائے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، لیکن آپ کے دل میں یہ واقع نہ ہو کہ یہ رسول اللہ ہیں، ﷺ۔

۳- آپ کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت کتب شمائل میں بیان کردہ کتب کی صفات کے ساتھ ہو، لیکن آپ کو یہ نہ کہا جائے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور نہ ہی آپ کے دل میں یہ واقع ہو کہ یہ رسول اللہ ہیں، ﷺ

۴- آپ کی زیارت کتب شمائل کی بیان کردہ صفات کے مطابق نہ ہو اور آپ کو کہا جائے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کے دل میں بھی یہ واقع ہو کہ یہ رسول اللہ ہیں، ﷺ

۵- زیارت کتب شمائل کے مطابق نہ ہو اور آپ کو یہ نہ کہا جائے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، تاہم آپ کے دل میں یہ واقع ہو کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

۶- زیارت کتب شمائل کے مطابق نہ ہو اور آپ کے دل میں یہ واقع نہ ہو کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن کوئی شخص آپ کو بتائے کہ یہ رسول اللہ ہیں۔ ﷺ

پس پہلی تین صورتوں میں زیارت برحق ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور یہ شریعت کے مخالف بھی نہیں، چوتھی اور پانچویں صورتیں بھی برحق زیارت ہیں جب یہ شریعت کے مطابق ہوں اور اگر شریعت کے بیان کے مطابق نہ ہوں تو نقص کواب کے دیکھنے والے کا ہے اور ماہرین تعبیر کے نزدیک مقام کے مناسب تاویل کی جائے گی۔

لیکن چھٹی قسم باطل ہے اور واقع کے برعکس ہے، اسے جادوگر اور دجال قسم کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔

یہ اہم اور قیمتی بحث ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عنایت فرمائی

والحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

☆☆☆

معارف القلوب

گذشتہ سے پیوستہ

آداب دعا اور اسباب اجابت

مصنف: رئیس المتکلمین حضرۃ علامہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن
شارح: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

﴿قولِ رضا: آداب دعا جس قدر ہیں، سب اسبابِ اجابت ہیں کہ ان کا اجتماع ان شاء اللہ العزیز مورثِ اجابت ہوتا ہے، (۱۴) بلکہ ان میں بعض بمنزلۂ شرط ہیں۔ جیسے حضورِ قلب وصلوٰۃ علی النبی ﷺ اور بعض دیگر محسنات ومستحسنات۔

ثم اقول...... یہاں کوئی ادب ایسا نہیں جسے حقیقۃً شرط کہیے، بایں معنی اجابت اس پر موقوف ہو، کہ اگر وہ نہ ہو تو اجابت زنہار نہ ہو۔ (۱۵) اب یہ حضورِ قلب ہی ہے جس کی نسبت خود حدیث میں ارشاد ہوا:

واعلموا ان الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل له

''خبردار ہو! بیشک اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرماتا کسی غافل کھیلنے والے دل کی''۔

حالانکہ بارہا سوتے میں جو محض بلا قصد زبان سے نکل جائے مقبول ہوجاتا ہے۔ ولہٰذا حدیث صحیح میں ارشاد ہوا:

''جب نیند غلبہ کرے تو ذکر ونماز ملتوی کردو۔ مبادا کرنا چاہو استغفار اور نیند میں نکل جائے کوسنا''

تو ثابت ہوا کہ یہاں شرط بمعنی حقیقی نہیں، بلکہ یہ مقصود کہ ان شرائط کا اجتماع ہو تو وہ دعا بر وجہِ کمال ہے اور اس میں توقع اجابت کو نہایت قوت۔ خصوصاً جب کہ محسنات کو بھی جامع ہو اور اگر شرائط سے خالی ہو تو فی نفسہ وہ رجائے قبول) نہیں، بمحض کرم ورحمت یا توافقِ ساعتِ اجابت، قبول ہوجانا دوسری بات ہے۔ (۱۶) یہ فائدہ ضرور ملاحظہ رکھئے۔ اب شمارِ آداب کی طرف چلیئے﴾

آداب دعا کی آیات و احادیث صحیحہ معتبر و ارشاداتِ علمائے کرام سے ثابت، جن کی رعایت ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور باعثِ اجابت ہو۔

﴿قولِ رضا: وہ ساٹھ ہیں، اکاون حضرت مصنف علّام قدس سرہ نے ذکر فرمائے اور نو فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بڑھائے﴾

ادب ۱: دل کو حتی الامکان خیالات غیر سے پاک کرے۔

﴿قولِ رضا: رب عزوجل کا خاص محلِ نظر دل ہے۔ ان الله لا ينظر الى صوركم و اموالكم ولكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم (۱۷)﴾

ادب ۲، ۳، ۴: بدن ولباس ومکان، پاک ونظیف وطاہر ہوں۔

﴿قولِ رضا: کہ اللہ تعالیٰ نظیف ہے، نظافت کو دوست رکھتا ہے﴾

ادب ۵: دعا سے پہلے کوئی عمل صالح کرے کہ خدائے کریم کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو۔

﴿ماخوذ از: احسن الوعاء لآداب الدعا مع شرح ذیل المدعا لاحسن الوعاء﴾

﴿قولِ رضا: صدقہ، خصوصاً پوشیدہ، اس امر میں اثر تمام رکھتاہے
قَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً (۱۸)۔ وجوب اگر منسوخ ہے، تو
استحباب ہنوز باقی ہے (۱۹)﴾

ادب ۶: جن کے حقوق اس کے ذمہ ہوں، ادا کرے یا ان سے معاف کرالے۔

﴿قولِ رضا: خلق کے مطالبات گردن پر لے کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا ایسا ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ کے حضور بھیک مانگنے جائے اور حالت یہ ہو کہ چارطرف سے لوگ اسے چمٹے دادوفریاد کا شور کررہے ہیں، اسے گالی دی، اسے مارا، اس کا مال لے لیا، اسے لوٹا۔ غور کرے اس کا یہ حال قابلِ عطاونوال ہے یالائقِ سزاونکال وحسبنا الله ذو الجلال﴾

دب ۷: کھانے پینے لباس وکسب میں حرام سے احتیاط کرے کہ حرام خوار وحرام کار کی دعا اکثر رد ہوتی ہے۔

دب ۸: دعا سے پہلے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرے۔

﴿قولِ رضا: کہ نافرمانی پر قائم رہ کر عطا مانگنا بے حیائی ہے﴾

دب ۹: وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت نماز خلوص قلب سے پڑھے کہ جالبِ رحمت ہے اور رحمت موجب نعمت۔ (۲۰)

ادب ۱۰، ۱۱، ۱۲: دعا کے وقت باوضو، قبلہ رو، مؤدّب دوزانو بیٹھے یا گھٹنوں کے بل کھڑا ہو۔

﴿قولِ رضا: یا بہ نیتِ شکرِ توفیقِ دعا والتجاء الی اللہ، سجدہ کرے کہ یہ صورت سب سے زیادہ قربِ رب کی ہے۔ قالہ رسول اللہ ﷺ
وقيد بنية الشكر لان السجود بلا سبب حرام عند الشافعية وليس بشئى عندنا انما هو مباح لا لك ولا عليك كما نصوا عليه۔ (۲۱)﴾

ادب ۱۳، ۱۴: اعضاء کو خاشع (۲۲) اور دل کو حاضر کرے۔ حدیث میں ہے
''اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا نہیں سنتا''

اے عزیز! حیف ہے کہ زبان سے اس کی قدرت وکرم کا اقرار کیجئے اور دل اوروں کی عظمت اور بڑائی سے پر ہو۔ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر سے شکایت کی کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ جواب آیا، میں ان کی دعا کس طرح قبول کروں کہ وہ زبان سے دعا کرتے ہیں اور دل ان کے غیروں کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

اے عزیز! جب تک تو دل سے اپنی اور تمام خلق کی ہستی خدائے تعالیٰ کی ہستی میں گم نہ کرے، رحمتِ خاصہ کہ ازل سے مخلصوں کے لئے مخصوص ہے، تیری طرف کب متوجہ ہو۔ جو شخص جبار بادشاہ کے حضور اپنی بڑائی اور عظمت کا دعویٰ کرے یا بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو اور وہ کسی چوبدار یا اہلکار کی طرف نظر رکھے سزاوارِ زجر ہے، نا کہ مستحق انعام۔

ایک حضرت خواجہ سفیان ثوری قدس سرہ نماز پڑھاتے تھے، جب اس آیت پر پہنچے۔

ایاک نعبد وایاک نستعین،
''تجھی کو ہم پوجتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں''

روتے روتے بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے، لوگوں نے حال پوچھا، فرمایا اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ اگر غیب سے ندا ہو، اے کاذب! خموش! کیا ہماری ہی سرکار تجھے جھوٹ بولنے کے لئے رہ گئی۔ رات دن رزق کی تلاش میں کوبکو پھرتا ہے اور بیماری کے وقت طبیبوں سے التجاء کرتا ہے اور ہم سے کہتا ہے، میں تجھی کو پوجتا ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں، تو میں اس بات کا کیا جواب دوں۔

اے عزیز! وہاں دل پر نظر ہے نا کہ زبان پر۔

ما زباں را ننگریم و قال را
ما رواں را بنگریم و حال را (۲۹)

چاہیے کہ دل وزبان کو موافق اور ظاہر و باطن کو مطابق اور جمیع ماسوائے اللہ سے رشتۂ امید قطع کرے۔ نہ نفس سے کام، نہ خلق سے غرض رکھے۔ تا شاہدِ مقصود جلوہ گر ہو اور گوہر مقصد ہاتھ آئے۔

(جاری ہے)

حوالہ جات

(۱۴) یعنی قبولیت کا سبب ہوتا ہے۔

(۱۵) یعنی ایسا نہیں کہ اگر ان آداب میں سے کوئی نہ پایا جائے تو ہرگز دعا قبول نہ ہو۔

(۱۶) یعنی اگر خود اس دعا کو دیکھا جائے تو اس کی قبولیت کی امید نہیں کہ شرائط و آداب سے خالی ہے، البتہ رحمتِ الٰہی و قبولیت کی گھڑی سے سبب قبول ہو جانا اور بات ہے۔

(۱۷) بلاشبہ اللہ عزوجل تمہارے چہروں اور اموال کی جانب نظر نہیں فرماتا، ہاں! وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

(۱۸) اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔ سورۃ المجادلہ، آیت ۱۲، ترجمہ کنزالایمان

(۱۹) قَدِّمُوْا کے صیغۂ امر کے سبب اس آیتِ پاک سے ثابت ہوا کہ دعا سے پہلے صدقہ کرنا واجب ہے مگر چونکہ اس آیتِ کریمہ سے ثابت شدہ وجوب منسوخ ہو چکا ہے چنانچہ واجب تو نہیں البتہ اب بھی مستحب ضرور ہے۔

(۲۰) یعنی باعث رحمت اور رحمت باعث نعمت ہے۔

(۲۱) ہم نے شکر کی نیت کے ساتھ سجدہ کو مقید کرلیا کہ سجودِ بلا سبب شافعیوں کے نزدیک حرام اور ہم حنفیوں کے ہاں محض جائز کہ نہ کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عتاب، جیسا کہ علماء نے فرمایا اس پر خطاب۔ (مراد یہ کہ دعا کے وقت سجدہ کرے، تو اس میں نیت سجدۂ شکر کی کرلے)

(۲۲) یعنی ظاہر بدن سے عاجزی وانکساری کا اظہار ہو۔

(۲۳) ؎ زبان وقال کی جانب کبھی ہوتی نہیں مائل
مری رحمت دل خستہ تمہاری ہی طرف مائل

☆☆☆

اسلام اور سائنس

قرآن اور سائنس کی تطبیق

محمد فروغ القادری

مسلمانوں کے عہد میں سائنس کی اس غیر معمولی ترقی کا سبب قرآن عظیم کی وہ تعلیمات ہیں، جنہوں نے ایک بامقصد تہذیب کو جنم دیا۔ یہ تہذیب دور قدیم اور دور جدید کی تخیل پرستانہ اور مظاہر طلب تہذیبوں سے بالکل مختلف نوعیت کی تہذیب تھی۔ جس میں انسانی زندگی کا مقصد یہ قرار پایا کہ وہ اس زندگی میں بیک وقت حسنات دنیا اور حسنات آخرت کے حصول کی جدوجہد کرے۔ اس تہذیب میں خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لئے صرف نفس انسانی کی گہرائیوں میں اترنا ہی کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ اللہ جل شانہ کی ان تمام نشانیوں پر غور وخوض بھی لازم قرار پایا جو اس وسیع وعریض کائنات میں ہر سو بکھری ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی اس تہذیب میں انسان کو اس کائنات میں خلیفة الارض کا مقام دے کر دنیا کی تمام چیزیں اس کے لئے قابل تسخیر قرار دی گئیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے ذوق تسخیر نے سائنس کی مہمات سر کیں۔

پروفیسر ہمایوں کبیر نے اپنی کتاب ''سائنس جمہوریت اور اسلام'' میں انہیں مفاہیم کی تشریح کے حوالے سے لکھا کہ:

''اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کائنات کے قوانین مسلسل، مستقل، آفاقی اور ہر زمانے میں یکساں ہیں، چنانچہ اس توحید پر پختہ ایمان کے باعث ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں جن میں سائنس کا ابھرآنا ممکن ہوا۔ دور حاضر کی بے خدا سائنس، کائنات کے عالمگیر، مسلسل، مستقل اور جو کہیں ہو ہر زمانے میں یکساں قوانین کی تشریح کے لئے نیچر کی مابعد الطبعیاتی اصلاح کے مبہم تصورات کا سہارا تو لیتی ہے، لیکن خدا کے وجود کے خلاف معاذ اللہ اپنے نصب میں کسی کمی کی روادار نہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ایک غیر مسلم سائنس دان مظاہر کائنات کی بے خدا تشریحات سے مطمئن ہوسکتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کے لئے ایسا زندگی کے کسی لمحے میں بھی ممکن نہیں''۔

قرآن عظیم نے تخلیق کائنات کی مقصدیت کے بیان کے ساتھ ساتھ اقوام وملل کو اشیاء کے حقائق کی تلاش میں جس طرح کے تدبر وتفکر کی دعوت دی ہے اس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ مگر اس کے باوجود عبد ومعبود کے مابین ایک بڑا ہی واضح علاقہ محسوس ہوتا ہے۔ گویا آدمی کو حقائقِ اشیاء کی تلاش سے پہلے جملہ قوانین الٰہی کا ہر لمحہ پابند بنادیا گیا ہے۔ تاکہ اس کے ادراکات واحساسات کا مرکز حقیقی وہی مبدئے فیاض ہو جو کائنات کے ہر ہر ذرے میں مؤثر ہے۔

علم کے جس شعبہ کو ہم سائنس کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام

بشکریہ: ماہنامہ اہلسنت، گجرات پاکستان، جون 2003ء

''علم کائنات'' ہے۔ جس میں انسان کا علم بھی شامل ہے۔ سائنسی علوم کی کلید کائنات کے قدرتی حالات اور واقعات کا یا دوسرے لفظوں میں مظاہر قدرت کا مشاہدہ ہے۔ جو ہمارے حواس خمسہ کے ذریعے سے عمل میں آتا ہے۔ سائنسداں کائنات کے مشاہدہ سے کچھ نتائج اخذ کرتا ہے پھر ان نتائج کو ایک قابل فہم تنظیم اور ترتیب کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ ہر درست سائنسی نتیجہ کو ہم ایک مستقل علمی حقیقت یا قانون قدرت سمجھتے ہیں۔ مشاہدہ سے دریافت ہونے والے نتائج یا علمی حقائق کو جب مرتب اور منظم کرلیا جاتا ہے تو اسے ہم سائنس کہتے ہیں۔

سائنسداں کے اس طریق تحقیق کو جس کی روح، کائنات کا مشاہدہ اور مطالعہ، سائنسی طریق تحقیق یا سائنٹفک میتھڈ **(Methodology)** کہا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سائنسداں کے طریق تحقیق کے چار مرحلے ہوتے ہیں:

اول	:	تجربہ	**(Experiment)**
دوم	:	مشاہدہ	**(Observation)**
سوم	:	اخذ نتائج	**(Inference)**
چہارم	:	تنظیم نتائج	**(Systematization of Inference)**

اعجاز قرآن:

قرآنِ عظیم اللہ جل شانہ کی بے مثل کتاب ہے۔ جس کی نظیر آج تک کوئی پیش کرنے کی جسارت نہ کر سکا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ معجزات میں یہ سب سے ارفع واعلیٰ معجزہ ہے۔ اس کی کئی وجوہ اعجاز بیان کی گئی ہیں۔ بعض حضرات نے اس وجہ کا تذکرہ کیا ہے جسے میں باذوق ارباب علم ودانش کے لئے یہاں بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

......1: قرآن نظم ومعنیٰ کے لحاظ سے کہ اس کی نظم (الفاظ) شعراء کے کلام کی مانند نہیں بلکہ نظم خاص ہے جو غیر معمولی طبیعت سے ماوراء اور فطرت سے فوق وبرتر ہے۔

......2: الفاظ میں ایجاز واختصار کہ الفاظ قلیل مگر وہ اپنے مفاہم کے انطباق میں معانی کثیر کے متحمل ہیں۔

......3: مستعار الفاظ کا استعمال اور کثیر ضمائر ہونے کے باوجود معانی میں کوئی نقص اور خلل واقع نہیں ہوتا۔

......4: الفاظ کی تقدیم، تاخیر، تقطیع، تفصیل اور معانی ومطالب میں حد درجہ ترتیب ہے۔

......5: الفظ کا معنیٰ مجازی میں استعمال کے باوجود معنیٰ حقیقی ومراد کی تحقیق میں کسی بھی قسم کا نقص واقع نہیں ہوتا۔

......6: الفاظ میں جمع وتوافق ہے، مگر احکام ومعانی متفرق وجدا ہیں۔

آج کے ترقی یافتہ اور عقل وخرد کے حوالے سے ارتقائی دور میں قرآن عظیم علم وفن کا ایک جامع ترین انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس میں ایجاد معنی سے لیکر تعبیر تکوین تک ہر شئی کی تشریح موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ وَّنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ۝

''ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، ہم نے تم پر کتاب اتاری جس میں ہر شئے کا بیان موجود ہے''

قرآن عظیم نے علوم نظریہ کی حد درجہ وضاحت فرمائی ہے۔ جیسا کہ توحید ورسالت، اسمائے صفات الٰہی ورد شرک، عقیدۂ آخرت، عالم جسمانی کی حقیقت اور اس کی موت وحیات، محاسبہ نامہ اعمال، صراط، جہنم دوزخ اور جنت وغیرہ۔

علوم عملیہ میں سے تہذیب الاخلاق اور اس کے مختلف شعبے یعنی شخص واحد کی انفرادی اصلاح اور فلاح وسعادت سے متعلق علم کو

تہذیب الاخلاق کہتے ہیں اور جو چند افراد کے باہمی معاملات سے متعلق امور ہیں اسے ''تدبیر منزل'' کہتے ہیں اور اگر ان امور کا علم مقصود ہو جو کسی قوم کی اجتماعی زندگی اور نظام حکومت سے متعلق ہو تو اسے ''سیاست مدنیہ'' کہتے ہیں۔انسان کی قوت علمیہ کی اصلاح و تکمیل ان تینوں علوم پر مشتمل ہے۔''تہذیب الاخلاق''، ''تدبیر منزل'' اور سیاستِ مدنیہ سے متعلق قرآن میں واضح ہدایات موجود و مستمر ہیں ۔''تہذیب الاخلاق'' کے دو اہم شعبے ہیں ۔ پہلا اخلاق رزیلہ سے اجتناب اسے تخلیہ اور تزکیہ نفس کہتے ہیں۔دوسرا اخلاق حسنہ سے آراستہ ہونا جن کو تجلیہ کہتے ہیں۔قرآن نے ان دنوں اصول پر علی وجہ الکمال شرح و بسط فرمائی ہے۔قرآن عظیم میں بے شمار مضامین بیان ہوئے ہیں۔انسان کی ہدایت و رہبری کے لئے تمام ہدایت اس کتاب الٰہی میں مذکور ہیں۔مثلاً عقائد،عبادات،معاملات،اخلاقات اور قصص انبیاء و امم بہر گام نمایاں ہیں۔علوم جدیدہ خصوصاً سائنسی نظریات و حقائق کے حوالے سے قرآن عظیم نے پوری دنیا کو عقلیات کی نئی کائنات سے آگاہ کرلیا ہے۔مغرب کی سائنسی ترقی اور آفاق کی وسعتوں میں اس کی رصد گاہوں کا تعین قرآن عظیم کی مرہون منت ہے۔عقلاً روزگار کو حقائق کی دریافت میں جب بھی کوئی دقت درپیش ہوئی ہے انہوں نے اسی کلام ازلی و ابدی اور ممتنع الزوال انسائیکلوپیڈیا کی طرف رجوع کیا ہے۔

قرآن عظیم اور سائنسی حقائق:

قرآن عظیم عصر حاضر میں دنیا کی واحد کتاب ہے جس کے جزئیات و معانی پر مغربی مفکرین حد درجہ وقت نظر صرف کر رہے ہیں۔جن باتوں کی وضاحت آج کے دانشور کررہے ہیں۔قران عظیم نے ان سائنسی حقائق کی دریافت پوری دنیائے شرق و غرب کو صدیوں پہلے عطا کی ہے اور قرآن کا معجزہ ہے کہ اس نے جو کچھ کہا ہے یقینیات کی بنیاد پر کہا۔ظن و تخمین کی یہاں قطعی کوئی گنجائش نہیں۔ذیل میں اوراق کائنات (Pages of the Cosmos) سے متعلق قرآن عظیم کے سائنسی حقائق ملاحظہ فرمائیں:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ . كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهُ. وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ o

''جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹا ہے۔جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے ہمارے ذمے اور یہ کام بہر حال کرنا ہے'' (الانبیآء، ۲۱، پارہ ۱۷، آیت ۱۰۴)

The day taht We fold up the heavens like a book:

Just as We produced the first creation (opend it page by page) so shall we restore it again. This is a promise binding on Us , and surely We shall fulfill it. (Chapter 21 (The Prophets) Verse 104)

قرآن فہمی کے سلسلے میں سب سے زیادہ مشکل آیات میں سے یہ آیت کریمہ بھی ہے جو آسمانوں کی تہوں کو ایک کتاب سے تشبیہ دیتی ہے۔کائنات سے یہاں ہماری مراد مادی کائنات ہے۔اس لئے کہ مادی کائنات کی آسمانوں سے تمثیل دی گئی ہے۔ یہ آیت کریمہ آسمانوں کی تہوں کو کتاب کے اوراق سے تشبیہ کیوں دیتی ہے؟ بلا شک و شبہ اس تمثیل کی بہت ہی وجوہ ہیں۔جن میں سے چند ایک کو یہاں علی الترتیب پیش کیا جاتا ہے۔اس کے پیش منظر میں آپ یقینی طور

پر علم وفن کا حوالہ محسوس کریں گے:

(الف) آسمانی فضاؤں کی پہلے سے متعین کردہ جگہیں لوح محفوظ پر ورق در ورق درج ہو چکی ہیں۔ یہ اوراق ایک سپر کمپیوٹر (Super Computer) کی ٹیپ کی طرح یقیناً ایک نا قابل تغیر نظم وضبط یا پروگرام کا ریکارڈ (Record) ہیں۔

(ب) آسمانوں کے درمیان مقناطیسی صلاحیتوں میں اختلافات کو اوراق سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ہر ایک فضا یا خلاء اللہ جل شانہ کے بنائے گئے ایک علیحدہ نظام کی اپنی مخصوص کیفیات کے ساتھ تشکیل پذیر ہوتی ہے۔

(ج) آسمانی فضائیں اور طبقات ایک مقدس حکم کے تحت کھلتی اور بند ہوتی ہیں۔ جیسے کہ کتاب کے اوراق کھلتے بند ہوتے ہیں۔ ان کے فاصلوں میں اضافہ، کمی یا ان کا بالکل ختم ہو جانا صرف اللہ جل شانہ کی مرضی ومشیت پر منحصر ہے۔

(د) آسمانوں کی تخلیق اور مادی خلاؤں کا کتاب کے اوراق سے اس طرح تشبیہ دینے (جیسے ایک کاغذ کو لپیٹنا) سے یہ آیت کریمہ مادی حیات کی بنیادی کیفیات کو واضح کرتی ہے، یعنی پھیلاؤ کو۔ دوسرے لفظوں میں مادی زندگی کا مختلف فاصلوں پر وجود کائناتی تناؤ یا نظم کی وجہ سے اس طرح ثابت ہوتا ہے جیسے کسی کتاب کے ورق الٹائے جاتے ہیں اور اسی مقام پر آپ یہ محسوس کریں کہ مادی حیات یا وجود کسی قسم کے طبعی مظاہر وعجائب پر مشتمل ہے۔

یہ بات فوراً ذہن میں آجانے والی ہے کہ مادی وجود کا مطلب فضا میں ایک جگہ کا پُر کرنا ہے۔ چنانچہ مادی اشیاء فضاء بسیط میں متعدد مقناطیسی سطحوں کو اس طریقے سے پر کئے ہوئے ہیں جیسے کتاب کے اوراق علی الترتیب کھلتے ہیں کوانٹم ویوکل (Quantam Wavicle) جیسے ہستی کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ زمان و مکان (Space-Time) کے تانے بانے میں ایک مستقل لہر کا نمائندہ ہے۔ جس کی چوڑائی اور گہرائی کی صورت کتاب کے اوراق کی مانند ہے۔ اگر خدائے جل شانہ کی مرضی اس توسیع کو رک جانے کا حکم دیتی ہے تو مادہ اسی لمحے منہدم ہو جاتا ہے اور اگر اللہ چاہے تو نئی تخلیقات نئے فاصلوں کے ساتھ عالم وجود میں آجاتی ہیں۔ یہی وہ طبعی حقیقت ہے جس کا ادراک بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت مقدسہ اسی صناعی قدرت کو ظاہر کرتی ہے۔ تمام جہاں ایسی کائناتوں پر مشتمل ہیں جو اس ایک کتاب کے اوراق کی طرح آپس میں جڑی ہوئی ہیں۔ جو بہر لحہ رب العالمین کے سامنے ہے۔ اگر وہ چاہے تو بڑھاؤ کو ممکن بنا دیتا ہے جس سے کئی تہوں والی دنیا اور آسمان وجود میں آتے ہیں اور اگر وہ چاہے تو فاصلوں کو معدوم کر دیتا ہے اور جملہ موجودات ایک اور ورق پر تہہ یا حد درجہ ترتیب کے ساتھ (Fold) فولڈ ہو جاتی ہیں۔ Pages of Cosmos کی یہ تحقیق اور اس قدر غائرانہ مطالعہ کہیں اور نہیں ملتا اسے صرف قرآن کا اعجاز کہیے کہ فکر ونظر کے شعبے میں اس نے پوری دنیا کی رہنمائی کی ہے۔

☆☆☆

آپ کا معــــارف

امام احمد رضا اور نظریۂ صوت و صدا

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی*

آج اہل مغرب کو اپنے جن سائنسی اور ریاضیاتی علوم پر ناز ہے وہ مسلمانوں ہی کی دین ہیں۔ لیکن جب رفتہ رفتہ مسلمان اپنے دین اور علم دین سے دور ہوتے گئے تو دنیوی علم بھی ان کے ہاتھوں سے نکلتے چلے گئے مگر ہر دور میں ایسے مسلم علماء و حکماء جنم لیتے رہے جنہوں نے عقلی علوم و فنون میں اپنے کمال کا اظہار کر کے اہل مغرب کو یہ احساس دلایا ہے کہ یہ علوم تمہارے دماغوں کے اپج نہیں بلکہ ہمارے اسلاف کی رہین منت ہیں۔

۱۹ ویں صدی عیسویں میں بریلی کی دھرتی پر امام احمد رضا نام کے ایک ایسے ہی عظیم المرتبت عالم دین اور عبقری نے جنم لیا جس نے اپنی ۶۵ رسالہ زندگی میں ۶۵ ر سے زائد علوم و فنون میں اپنی بھرپور مہارت ظاہر کر کے زمانہ کو حیرت زدہ کر دیا وہ سائنسی علوم میں کیمیا، ارضیات، جغرافیہ، حیاتیات اور نباتیات وغیرہ کے علاوہ علم طبعیات (Physics) پر بھی حاوی تھے۔ انہوں نے مغربی سائنسدانوں گیلی لیو، کیپلر، ہرشل نیوٹن اور آئن سٹائن کے مختلف نظریوں اور تھیوریوں کا رد و ابطال بھی کیا ہے اور ان سائنسدانوں کا تعاقب بھی فرمایا ہے۔

امام احمد رضا نے سائنس کو بھی اسلامی رنگ میں رنگ کر، دینی علوم میں ان کا استعمال فرما کر انہیں علوم دینیہ بالخصوص علم فقہ کا خادم بنا دیا۔

علم طبعیات کو ماہرین طبعیات نے سائنسی علوم میں سب سے زیادہ اہم اور مشکل علم تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے اسے مندرجہ ذیل برانچوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) میکانکس اور مادے کی عام خصوصیات

(Mechanics & General Properties of Matter)

(۲) حرارت (Heat)

(۳) روشنی یا نور (Light)

(۴) صوت و صدا (Sound)

(۵) مقناطیسیت (Magnetism)

(۶) برق یا بجلی (Electricity)

ماہرین طبعیات نے بجلی (Electricity) ہی کے تحت الیکٹرانکس (Electronics) اور ایٹمی تھیوری (Atomic Theory) کو بھی رکھا ہے۔

امام احمد رضا نے علم طبعیات کے مندرجہ بالا تمام برانچوں میں اپنے نظریات پیش کئے ہیں۔ ثبوت کے لئے آپ کی حسب ذیل تصانیف دیکھی جا سکتی ہیں:

(۱) فوز مبین در رد حرکت زمین

*(104، جسولی، بریلی شریف)

بشکریہ: جام نور، دہلی، مئی 2003ء

(۲) نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان

(۳) معین مبین بہر دور شمس سکونِ زمین

(۴) فتاویٰ رضویہ جلد اول، جلد دہم وغیرہ

طبعیات کی برانچ ''صوت وصدا'' (Sound) پر بھی امام احمد رضا نے اپنے نظریات پیش کیئے ہیں ۔ آواز (Sound) کے سلسلے میں امام احمد رضا نے بالتفصیل سائنسی انداز میں بحث کی ہے:

(۱) آواز کیا ہے؟

(۲) آواز کیونکر پیدا ہوتی ہے؟

(۳) آواز کیونکر سننے میں آتی ہے؟

(۴) آواز اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے؟

(۵) (آواز) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان میں پیدا ہوتی ہے؟

(۶) آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے، وہ اس کی صفت ہے یا کسی چیز کی؟

(۷) (آواز) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟

امام احمد رضا نے ان اصولوں کی ایسی صراحت فرمائی ہے جو جدید طبعیات (Modern Physics) سے بالکل مطابقت رکھتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم، نصف آخر ص:۱۲ تا ص:۱۶-مطبوعہ بریلی شریف)

۱،۲،۳ر آواز کیا ہے؟ آواز کیونکہ پیدا ہوتی ہے؟ آواز کیونکر سننے میں آتی ہے؟

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے قرع کہتے ہیں یا بہ سختی جدا ہونا کہ قلع کہلاتا ہے جس ملائے لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکیل وتکییف لاتا ہے اسی شکل وکیفیت مخصوصہ کا نام آواز ہے۔ یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداء وہ قرع وقلع واقع ہوا جیسے صورت کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہ ہوائے گوش سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہٰذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان متشکلات کو اس کے ہوائے گوش میں بنانے کے لئے سلسلہ تموج قائم فرمایا۔ ظاہر ہے کہ ایسے نرم وتر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو یہ اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا وہ اپنے متصل وہ اپنے مقام کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت ورطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا قرع اول سے کہ ہوائے اول متحرک ومتشکل ہوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں، اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرشم ہوئیں یونہی ہوا کہ حصے بروجہ تموج ایک دوسرے کو قرع کرنے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھنچا ہے یہ موجی سلسلہ اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہوکر اس پر پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال وکیفیات جن کا نام آواز تھا قائم کی۔.. ....اگرچہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج وقرع میں ضعف آتا جاتا ہے اور پٹھا ہلکا پڑتا ہے ولہٰذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج موجب قرع آئندہ تھا ختم ہوجاتا ہے اور عدم قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اترتی، آواز یہیں تک ختم ہوجاتی ہے۔ یہ تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا جس کا قاعدہ اس متحرک و محرک اول کی طرف ہے اور اس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو جس طرح زمین سے مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے'' (فتاویٰ رضویہ جلد، دہم، نصف آکر ص۱۲،۱۳، مطبوعہ بریلی شریف)

توضیح وتبصرہ:

حرارت ، روشنی اور بجلی کی طرح آواز بھی توانائی (Energy) ہے قرع (ایک جسم کا دوسرے سے ٹکرانا) یا قطع دو اجسام کا ایک دوسرے سے جدا ہونا جس ملائے فاضل (Medium) میں واقع ہوتا ہے تو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکیل و تکییف لاتا ہے۔ اسی خاص شکل وکیفیت کا نام آواز ہے۔ گویا امام احمد رضا نے جدید طبیعیات (Modern Physics) ہی کی تھیوری کی طرح اپنا نظریہ بھی پیش فرمایا ہے کہ لہروں یا تموج (Wave) کے بننے کا ہی نام آواز ہے اور تموج توانائی کا ایک روپ ہے اور یہ مقام یا نقطہ سے دوسرے مقام یا نقطہ تک توانائی بھیجتے ہیں۔

جدید طبیعیات کا اصول ہے کہ:- "Sound is produced by a vibrating body" یعنی آواز مرتعش جسم سے پیدا ہوتی ہے۔ اور ارتعاش پیدا کرنے کے لئے قرع (ایک جسم کا دوسرے سے ٹکرانا) اور قلع (دو اجسام کا قوت سے ایک دوسرے سے جدا ہونا) ضروری ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمد رضا نے بالکل وہی نظریہ پیش کیا ہے جو جدید طبیعیات کی تھیوری ہے۔ امام احمد رضا لکھتے ہیں کہ ہوائے گوش سامع نہیں ہے بلکہ ان تشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں نہانے کے لئے سلسلہ تموج قائم فرمایا۔ یہ لہریں یا تموج چلتی ہوئی سوراخ گوش کے پٹھے تک پہنچی (موجی سلسلہ) اور اسے بجایا اور چونکہ یہاں بھی جوف کیوجہ سے ہوا بھری ہے لہٰذا قرع کا عمل ہوا اور آواز کان تک پہنچی اور انسان نے آواز سنی یعنی جو بھی آواز یا الفاظ بولنے والے کے دہن سے خارج ہوئے انہیں سنا۔ فاصلہ بڑھنے کے سبب سلسلہ تموج کم ہوجاتا ہے اور ایک مقام ایسا آتا ہے کہ یہ ختم ہوجاتا ہے (لہروں کا بننا (Demped harmonic Motion) کا عمل ہونا۔ لہٰذا آواز دوری کے بڑھنے سے ہلکی سنائی دیتی ہے یا بالکل نہیں سنائی دیتی۔ امام احمد نے یہ بھی فرمایا کہ ''یہ تموج ایک مخروطی شکل (Conical form) پر پیدا ہوتا ہے''

(آواز کی لہروں کے بننے اور سفر طے کرنا کا نقشہ)

شکل (ا) میں ج ح طول موج (Wave Length) ہے اور ایک ارتعاش پوری کرنے کی مدت کو Time-period کہتے ہیں۔ اس نقشہ میں ا ب اجزاء کی طے کی ہوئی زیادہ سے زیادہ دوری ہے جسے فراخی یعنی Amplitude کہتے ہیں۔

خلاصہ، امام احمد رضا کے نظریہ کے مطابق:

(ا) ملاء فاضل (Medium) اور

(۲) تموج (wave-motion) لازمی ہیں۔

(۳) اگر میڈیم یعنی آب یا ہوا وغیرہ نہ ہو تو آواز نہیں پہنچے گی۔ یہی اصول جدید طبیعیات کا بھی ہے۔

ایک مقام پر امام احمد رضا تحریر کرتے ہیں:

☆ آواز پہنچنے کے لئے ملاء فاضل میں تموج چاہیے (الملفوظ حصہ اول، مرتبہ مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ، ص ۱۰۴، مطبوعہ میرٹھ)

☆ آواز پہنچنے کے لئے مسام (Pore) کی حاجت نہیں البتہ جہاں تموج نہ ہو بذریہ مسام پہنچے گی (ایضاً)

جدید طبیعیات میں بھی اس طرح کی مثال دی گئی ہے کہ ایک جار (Jar) یعنی شیشے کا برتن لے کر اس کے اندر ایک گھنٹی لگا دو اور اسے باہر سے ایک بیٹری (Battery) سے جوڑ دو، باہر آواز سنائی پڑے گی لیکن اگر پمپ کے ذریعہ اس جار کی اندر کی ہوا نکال دی جائے اور ایک دم خلاء (Vaccum) کی صورت پیدا کردی جائے۔ اب کرنٹ (Current) دوڑانے سے آواز نہیں سنائی پڑے گی گو گھنٹی کے بجنے کا احساس ہوگا۔

امام احمد رضا پختہ اور خام عمارت کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پختہ اور خام عمارت میں تموج نہیں البتہ منافذ مسام ہیں لہٰذا ان کے ذریعہ آواز پہنچے گی''۔(ایضاً)

سوال-(۴): آواز اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے؟ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ذریعہ حدوث قلع وقرع ہیں اور وہ آنی ہیں۔حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتی ہیں اور وہ شکل وکیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا محلول کے ساتھ رہنا ضروری نہیں۔کیا نہ دیکھا کہ کاتب مرجاتا ہے اور اس کا لکھا برسوں رہتا ہے یوں ہی کہ زبان بھی ایک قلم ہے''۔(فتاویٰ رضویہ جلد دہم،نصف آخر،ص ۱۵)

امام احمد رضا کا یہ نظریہ بھی جدید طبیعیات کے مطابق ہے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''انقطاع تموج انعدام سماع کا باعث ہوسکتا ہے کہ کان تک اس کا پہنچنا بذریعہ تموج ہی ہوتا ہے نہ انعدام صحت کا بلکہ جب تک وہ شکل باقی ہے صوت باقی ہے۔

یہیں سے ظاہر ہوا کہ دوبارہ اور تموج حادث ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جب کہ شکل وہی باقی ہے''

(ایضاً،ص:۱۶)

آواز کو ٹیپ ریکارڈ یا فوٹوگراف وغیرہ میں بھر لینے سے تموج (Wave Form) برقرار رہتا ہے گو آواز کا انعدام ہوجاتا ہے اور چونکہ تموج ہی سنوانے کا باعث ہوتا ہے لہٰذا آواز اپنے حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

ٹیپ ریکارڈ یا فوٹوگراف چلانے پر اسی تموج کا حدوث (Production) ہوتا ہے اور اسی سے تجدید سماع ہوتی ہے نہ کہ دوسری آواز پیدا ہوتی ہے۔

سوال(۵): کیا آواز کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان میں پیدا ہوتی ہے؟

جواب میں امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے''(فتاویٰ رضویہ،جلد دہم،نصف آخر،ص ۱۵)

سوال-(۶): (آواز) کی آواز کنندہ کی طرف اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی چیز کی؟

جواب میں لکھتے ہیں:

''وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہے۔ہوا ہو یا پانی وغیرہ مواقف سے گزرا الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھوا آواز کنندہ کی حرکت قرعی وقلعی سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے'' (ایضاً،ص ۱۶)

سوال-(۷): کیا آواز انسان کی موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے؟ کے جواب میں لکھتے ہیں:

''جب کہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے،کما لا یخفی''(ایضاً،ص ۱۶)

خلاصۂ کلام: امام احمد رضا کے نظریات سے واضح ہے کہ:

۱......آواز توانائی (Energy) ہے۔

۲......آواز پہنچنے کے لئے ملاء فاصل (Medium) ضروری ہے۔

۳......اور اس کے لئے تموج (Wave from) چاہیے۔

۴......بغیر میڈیم کے تموج نہیں لہٰذا آواز نہ پیدا ہوگی جیسا کہ آئینہ میں یا خلاء (Vaccum) میں جہاں ہوا نہیں!

۵......ہوا اور پانی دونوں آواز کے میڈیم ہیں۔

کتابیات:

۱......فتاویٰ رضوی دہم نصف آخر از امام احمد رضا

۲......الملفوظ (ملفوظات امام احمد رضا) مرتبہ مفتی اعظم ہند

۳......Modern physics by S.K. Agarwal

☆☆☆

معارف اسلاف

مفتئ اعظم ھند
ایک عظیم روحانی شخصیت

مولانا محمد ظفر رضوی، سیوان

حضرت ابو البرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں الملقب بہ مفتی اعظم ہند والمتخلص بہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وسیرت کے ہر رخ سے لوگوں کو واقف کرانے کی ضرورت ہے تاکہ بیش از بیش افراد کے افکار و کردار کی اصلاح کا سامان ہو سکے۔

مفتئ اعظم ہند کی ساری زندگی اتباع شریعت و پیروی سنت میں گزری ان کا زہد وتقویٰ ولیوں جیسا تھا ان کی بزرگی کا حال یہ تھا کہ وہ صرف ان کی اپنی ذات تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کا فیض لاکھوں کروڑوں لوگوں تک پہنچا دعاؤں اور تعویزوں کے ذریعہ انہوں نے انگنت افراد کے دکھ درد دور کیے اور بے شمار اشخاص ان سے مرید ہو کر روحانیت کی دولت سے مالا مال ہو گئے ایسے بزرگ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر اور مشتہر کرنا گویا فیض روحانی کا دریا بہانا ہے، تاجدار اہلسنت کی زندگی ان کی سیرت و کردار ان کے روز مرہ کے حالات اور علم وعمل کے بے مثال اور حیرت انگیز واقعات آج من مردہ میں نئی جان ڈال سکتے ہیں۔

ملک میں جب ایمرجنسی نافذ ہوئی اور دین پر خطرات کے بادل منڈلائے تو مصلحت اندیشوں نے اپنے فرائض منصبی کو فراموش کر دیا تھا۔ مگر دین حق کا یہ حق گو سپاہی ساری مصلحت اندیشی اور حالات کی نزاکت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے تنہا اعلائے کلمۃ اللہ کا علم ہاتھوں میں اٹھائے اسلام کی آبرو بن گیا اور دنیا کو پھر کہنا پڑا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

آج سے تقریباً پچیس، تیس سال قبل چند نام نہاد مسلمانوں نے شریعت اسلامیہ میں ردوبدل یعنی ترمیم مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ کھڑا کیا اور ممبئی وغیرہ میں ان کے متعدد جلسے ہوئے اور اس کے خلاف اہلسنت و جماعت نے بھی اعلیٰ پیمانے پر کئی جلسے اور مظاہرے کئے اس موقع پر مسلم پرسنل لاء کا ذکر آیا تو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔ ہم نے حکومت کو آگاہ وخبردار کیا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ترمیم قانون شریعت اسلامیہ کا مطالبہ کیا جارہا ہے کیونکہ جو شریعت میں ترمیم وتبدیل وغیرہ کرانا چاہتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔

اس پرفتن اور پرآشوب دور میں جس بے باکی اور جسارت اسلامی کا اظہار فرمایا ہے اور مسلمانوں کی رہنمائی فرما کر ضلالت وگمراہی سے نکالا ہے یہ انہیں کا حصہ ہے حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت کے لیے آپ دہلی تشریف لے گئے تو کوچہ جیلاں میں قیام کیا وہاں ایک بدعقیدہ ملا آپ سے علم غیب کے مسئلے پر الجھ پڑا صاحب خانہ اشفاق احمد نے آپ سے مودبانہ گزارش کی حضور یہ بہت بد بخت ہے اس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ مفتی اعظم نے اپنے میزبان سے کہا یہ اس وقت تمہارے گھر پر تشریف لائے

بشکریہ: ماہنامہ ''اشرفیہ'' مبارکپور، جون 03

ہوئے ہیں ان کے متعلق تمہیں کوئی سخت بات نہ کہنا چاہیے، مولوی صاحب نے آج تک کسی کی بات سنی ہی نہیں اس لیے اثر بھی قبول نہیں ۔ یہ تو صرف اپنی بات سناتے رہے ہیں اور وہ بھی ان سنی کر دی جاتی ہے آج میں ان کی باتیں توجہ سے سنوں گا حاضرین بھی خاموشی سے سنیں مولوی سعید الدین انبالوی نے سوا گھنٹے تک یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور (ﷺ) کو علم غیب نہیں تھا جب وہ تھک کر خاموش ہوگئے تو آپ نے فرمایا، اگر کوئی دلیل تم اپنے مؤقف کی تائید میں بیان کرنا بھول گئے ہو تو یاد کر لو، مولوی صاحب جوش میں آ گئے اور آدھے گھنٹے تک بولنے کے بعد کہا، پس یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) کو علم غیب نہیں تھا، تم اپنے باطل عقیدے سے فوراً توبہ کر لو، حضور نبی کریم (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا نہیں فرمایا تھا آپ کی رد میں وہ سب کچھ کہہ چکے ہیں جو کہہ سکتے تھے اب اگر زحمت نہ ہو تو میرے دلائل بھی سن لیں مولوی صاحب نے برہم ہو کر کہا میں نے تم جیسے لوگوں کی ساری دلیلیں سن رکھی ہیں مجھے سب معلوم ہے کہ کیا کہو گے؟

آپ نے بڑے تحمل سے کہا، مولوی صاحب بیوہ ماں کے حقوق بیٹے پر کیا ہیں، میں غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دوں گا مولوی صاحب نے تیز آواز میں کہا، اچھا تم میرے کسی سوال کا جواب نہ دینا میرے چند سوالات سن تو لو ۔ میں نے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے تک تمہارے دلائل سنے ہیں ۔ آپ کی بات سن کر مولوی صاحب بادلِ نخواستہ خاموش ہو گئے تو آپ نے دوسرا سوال کیا، کیا کسی سے قرض لیکر روپوش ہو جانا جائز ہے-؟

کیا اپنے معذور بیٹے کی کفالت سے دست کش ہو کر اسے بھیک مانگنے کے لئے چھوڑا جا سکتا ہے؟ کیا حج بدل کے اخراجات کسی سے لیکر حج ......ابھی آپ نے اپنا سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب نے آگے بڑھ کر قدم پکڑے ہوئے کہا بس کیجئے حضرت مسئلہ حل ہو گیا ہے اور یہ بات آج میری سمجھ میں آ گئی ہے کہ رسول کریم (ﷺ) کو علم غیب حاصل تھا، اور نبی مکرم کے پاس علم غیب ہونا ہی چاہیے ورنہ منافقین مسلمانوں کی تنظیم کو تباہ و برباد کر دیتے، اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو میرے متعلق ایسی باتیں بتا دی ہیں جو یہاں کوئی نہیں جانتا تو بارگاہ علیم سے سرور کائنات (ﷺ) پر کیا انکشافات نہ ہوتے ہوں گے! مولوی صاحب اسی وقت تائب ہو کر مفتیٔ اعظم سے بیعت ہو گئے مناظر کو افہام و تفہیم کی سطح تک لے آنا، بے مقصد گفتگو کو با مقصد بنا دینا صرف اولیائے کرام کی خصوصیت ہے وہ شخص جو کسی دلیل کو سننا گوارہ نہ کرتا تھا مفتیٔ اعظم نے اس کے سامنے ایسی دلیل پیش کی جو سطحی علم رکھنے والے کبھی پیش نہ کر سکتے تھے۔

ایک دفعہ رام پور سے کچھ لوگ بریلی شریف، بیعت کے لیے آ رہے تھے ان کے ساتھ ایک بد عقیدہ آدمی بھی اس نیت سے ساتھ ہولیا کہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر انوکھے سوالات سے آپ کو پریشان کر کے لطف اٹھائے گا۔ بریلی اسٹیشن پر جب وہ دروازے پر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا ٹکٹ غائب ہو گیا ہے اس نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا تم اپنا سامان ہمیں دے دو اور پلیٹ فارم پر رکو ہم میں سے کوئی پلیٹ فارم ٹکٹ لیکر ابھی آتا ہے، اشرف خاں نے ساتھیوں کی بات مان لی اور پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا ساتھی اسٹیشن سے باہر چلے گئے اشرف خان ابھی ٹہل ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے مخاطب کیا تمہارے پاس ٹکٹ نہیں ہے میرے ساتھ آؤ میں تمہیں باہر لے چلتا ہوں ۔ اشرف خان سوچ میں پڑ گیا، اجنبی کا تعاون قبول کرے یا نہ کرے، اجنبی نے اشرف کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر گیٹ کا رخ کیا اور ٹی ٹی کے سامنے سے ہو کر باہر پہنچ گیا اشرف خاں کی نظر اپنے ساتھیوں پر پڑی تو اس نے ان کی طرف بڑھنا چاہا ''اجنبی اشرف کا ہاتھ چھوڑ کر بھیڑ میں گم ہو گیا'' رام پور کے عقیدت مند اشرف کو لیکر محلہ سوداگراں میں خانقاہِ رضویہ پہنچے، دن کے

گیارہ بج رہے تھے عقیدت مند آپ کی بارگاہ میں ادب سے سر جھکائے بیٹھے تھے، اور آپ اس وقت تعویز لکھ رہے تھے، تعویز نویسی سے فارغ ہوکر آپ نے حاضرین سے پوچھا کیا اور کسی کو تعویز لینا ہے؟ جواب سکوت میں پاکر آپ نے رحمت خاں سے پوچھا کیوں رام پور کے احباب کا کیا حال ہے، سب خیریت ہے حضور میرے ساتھ چار دوست آپ سے بیعت کے لیے حاضر ہوئے ہیں حکم ہو تو پیش کروں آپ کا اشارہ پاکر پانچ آدمی آپ کے سامنے دوزانو ادب سے بیٹھ گئے آپ نے رحمت خان سے کہا تم نے تو چار کے لیے کہا تھا یہ تو پانچ ہیں۔

حضور یہ اشرف خاں ہمارے ساتھ ضرور آیا ہے مگر بیعت کے ارادے سے نہیں آیا ہے اسے سب لوگ فلسفی کہتے ہیں یہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے، میں بیشک آپ سے گفتگو ہی کرنا آیا تھا مگر میں اب صرف بیعت کا آرزومند ہوں۔ اسٹیشن والی بات بھول جاؤ اشرف ! تم ہم سے ملنے آئے تھے ملاقات کے مقاصد کچھ بھی ہوں مگر ہمارا اخلاق اس بات کو کیسے گوارہ کرلیتا کہ ہمارا مہمان پریشان ہو تو اس کی مدد دوسرے کریں، تم وہ باتیں ضرور کرو۔ جو تم کرنا چاہتے ہو۔ حضور مجھے آپ مل گئے تو میرا کوئی سوال تشنۂ جواب نہ رہا بس اب اپنی غلامی میں لے لیجئے، تاکہ فکر ونظر کی آوارگی کا عذاب ختم ہوجائے، آپ نے سب کو بیعت کرکے حکم دیا تم لوگ اب اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تم لوگ غوث اعظم کے دامن کرم سے وابستہ ہوچکے ہو ہر ہر قدم پر تمہاری رہنمائی ہوتی رہے گی اعلیٰ حضرت نے محبتِ رسولِ کریم (ﷺ) کے جو چراغ روشن کئے تھے ان چراغوں سے چراغاں کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے مفتی اعظم نے ایک کامیاب جدوجہد کا آغاز کردیا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ بدعقیدگی کے بگولے مجتمع ہوکر آندھی بننے کی کوشش کررہے ہیں۔ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی شیزہ کار ہے آپ نے اپنے لیے سوچ سمجھ کر ایک لائحہ عمل مرتب کیا۔

(۱) مسلک امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت۔

(۲) مقام رسالت مآب کی رفعتوں کا باطل شکن پرچار۔

(۳) مسند افتاء اہل سنت کے عقائد کا علمی محاذ پر تحفظ۔

(۴) مسند رشد وہدایت سے روحانیت کے فروغ کی سعی پیہم۔

(۵) تعویزوں سے خالی دامنوں کو مرادوں سے معمور کرنا۔

(۶) روحانی تصرفات سے دنیا میں پھیلے ہوئے مریدوں سے مربوط رہنا

(۷) شریعت وطریقت کے درمیان ہر فرق کا مٹانا۔

آپ کی زندگی کے بے شمار گوشے ہیں جو ہر رخ سے سرمایۂ ہدایت ہیں مگر مندرجہ بالا خصوصیات ایسی ہیں جو اظہر من الشمس ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی روحانی اور مادی توانائیاں عطا کی تھیں، آپ نے سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے صرف کردیں۔

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خون جگر ودیعت مژدگان یار تھا

حضور مفتیٔ اعظم نور اللہ مرقدہ کے عالی کردار، بلند اخلاق، علمی بصیرت، جودت، طبع، حسن حافظہ، خدمت دینی، دینی وقومی درد مندی کے واقعات بھی کثرت سے ہیں اور ان امور میں آپ یگانۂ روزگار تھے۔

فرائض و واجبات سنن ومستحبات کی محافظت میں نمایاں خصوصیت کے حامل تھے اتباع سنت کا خاص اہتمام فرماتے تھے خدمت خلق آپ کا عظیم کارنامہ ہے زمانۂ دراز تک لوگ آپ کے ذکر سے رطب اللسان رہیں گے۔

فتنۂ ارتداد کے ایام میں آپ نے اس دینی فریضہ کو بہت پابندی سے ادا فرمایا اس کے بعد بھی آپ نے اپنی جدوجہد سے اس دین پاک کی خوب خدمت فرمائی اور فرزندان توحید کو مذہبی رجحان بخشا ان کی عملی زندگی کو بھی سنوارنے کی کوشش کی ہزاروں افراد کو داخل اسلام وسنت فرماکر۔

☆☆☆

خواتین کا معارف

عورتوں کا مزارات پر جانا

ازافاضات: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے جب عورتوں کے مزارات پر حاضری کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں مکمل رسالہ ''جمل النور فی نهی النساء عن زيارة القبور'' تحریر فرمایا۔ جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری:

سوائے حاضری حضور کے روضۂ اقدس کہ میں اسے جائز نہیں سمجھتا کیونکہ وہ واجب یا قریب ہے۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا ہرگز پسند نہیں کرتا خصوصاً اس طوفان بدتمیزی، رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جاہلوں نے اعراس مبارکہ میں برپا کر رکھا ہے۔ اس میں تو عام مردوں کی شرکت کو بھی پسند نہیں کرتا۔

کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالا:

حضور اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں عورتیں نماز جمعہ اور عیدین کی نماز با جماعت پڑھتی تھیں پھر وقت نے کروٹ لی، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے گھر سے نکلنے پر پابندی لگادی۔ حضرت عبداللہ بن عمر جمعہ کے روز مسجد میں کھڑے ہوجاتے اور جمعہ کے لئے آنے والی عورتوں کو کنکریاں مار کر نکالتے۔ کچھ عورتیں سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا! ''جن حالات کا مشاہدہ اب حضرت عمر فاروق نے کیا ہے اگر یہی حالات حضور اکرم ﷺ کی حیات ظاہری میں پیدا ہوجاتے اور آپ مشاہدہ فرماتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت نہ دیتے۔

جب ان خیر کے زمانوں میں، فیوض و برکات کے وقتوں میں، عورتوں کو نماز با جماعت اور شرکت اجتماعات سے منع کردیا گیا حالانکہ دین متین میں ان دونوں کی تاکید ہے تو ان برائیوں خرابیوں کے زمانے میں حصول فیض کے بہانے سے عورتوں کی زیارت قبور کی اجازت کیوں دی جائے گی جس کی شریعت نے تاکید نہیں کی اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو جاہلوں سے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں یہ کس قدر شریعت کے خلاف ہیں۔

قبروں پر جانے والی عورت:

امام قاضی سے سوال ہوا کہ عورتوں کا قبروں پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا! ایسی جگہ جواز وعدم جواب نہیں پوچھتے یہ پوچھو کہ اس میں عورتوں پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے تو اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر

نکلتی ہے تو تمام اطراف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہنچتی ہے تو میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے تو اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ (جمل النور، ص ۳۵)

بیوی کو مسجد نبوی جانے سے روک دیا:

حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجۂ مقدسہ صالحہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو مسجد نبوی میں جانے سے روک دیا حالانکہ انہیں مسجد شریف سے محبت تھی۔ آپ انہیں منع فرماتے مگر وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انہوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپے رہے جب حضرت عاتکہ آئیں اور اس دروازہ سے آگے بڑھیں تو انہوں نے نکل کر پیچھے ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے حضرت عاتکہ نے کہا! ہم اللہ کے لئے ہیں، لوگوں میں فساد آ گیا۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالح ہو اس کی طرف سے اندیشہ نہ سہی مگر فاسق مردوں کی طرف سے اس پر خوف کا کیا علاج ہے؟

چند مقامات پر جانے کیلئے اجازت:

علماء کرام نے عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے چند مواقع گنوائے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالے ''مروج النجا لخروج النساء'' میں ہے اور اس کے علاوہ اجازت نہیں اور اگر شوہر اجازت دے گا تو دونوں گنہگار ہوں گے وہ سات مواقع یہ ہیں:

(۱) ماں باپ دونوں یا ایک کی ملاقات۔

(۲) ان کی عیادت

(۳) انکی تعزیت

(۴) محارم کی ملاقات

(۵) اگر دایہ ہو

(۶) مردہ کو نہلانے والی ہو

(۷) اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس پر حق ہو۔

تو ان آخری تین صورتوں میں اجازت لے کر اور بلا اجازت بھی جا سکتی ہے۔ ان صورتوں کے علاوہ اجنبیوں کی ملاقات، ان کی عیادت اور دعوت ولیمہ کے لئے شوہر اجازت نہ دے اگر اجازت دی اور عورت گئی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔

صحابۂ کرام اور تابعین تو اپنی پارسا، نمازی اور متقی عورتوں کے لئے پابندیاں رکھیں اور آج ہم آزادی دیں۔ اب تو پہلے سے زیادہ پابندی کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور شریعت مطہرہ پر عمل کی توفیق دے۔ (آمین بجاہِ سید الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆

مالک الملک

ہمارا اور ہماری جان کا مالک وہ ایک اکیلا، پاک، نرالا، سچا، مالک ہے۔ اس کے احکام میں کسی کو مجالِ زدن کیا معنی! کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے۔ جو اس سے کیوں اور کہا کہے؟ مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا اور جو چاہے کرے گا۔

(قولِ اعلیٰ حضرت: ثلج الصدر الایمان القدر)

طلباء کا معارف

مثالی معاشرے کے قیام میں تعلیم کا کردار

محمد ذوالفقار جانثار *

تعلیم معاشرہ کی ایسی سرگرمی کا نام ہے جس کے ذریعے نئی نسل کو معاشرہ کی اقدار سے آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی معاشرتی تقاضوں کے مطابق کامیابی سے بسر کرسکیں۔ تعلیم بذاتِ خود ایک معاشرتی عمل ہے۔ معاشرہ کو صحت مند خطوط پر استوار کرنا اور اسے دوام بخشنا تعلیم کا معاشرتی وظیفہ عمل ہے۔

تعلیم زندگی ہے اور زندگی کے معنی ہی ارتقاء کے ہیں او رنقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو تعلیم ایک مسلسل ارتقاء کا نام ہے یہ ارتقاء فطرت کے دو مسلمہ قوانین کے تحت ہوتا ہے۔

............قانون تسلسل Law of Continiuty

............قانون تغیر Law of Change

ان قوانین کا اطلاق فرد پر بھی ہوتا ہے، معاشرہ پر بھی اور قوموں کی اجتماعی زندگی پر بھی۔ ایک معاشرہ اپنے آغاز سے لے کر استحکام کی منزل حاصل کرنے تک اور پھر خود تجدیدی کے عمل سے گزرنے کے لئے انہیں دو قوانین پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

تعلیم وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے معاشرہ اپنے رسم ورواج ، روایات اور ہنر نئی نسل کو منتقل کرتا ہے اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیم معاشرتی ارتقاء میں درج ذیل جہتوں میں اپنا مؤثر کردار ادا کرتی ہے:

- ☆ فلسفۂ حیات سے آگاہی فراہم کرتی ہے۔
- ☆ ثقافتی شعور عطا کرتی ہے۔
- ☆ معاشرت آسائی کا شعور اجاگر کرتی ہے۔
- ☆ فرد کو کثیر الا داراتی شخصیت بناتی ہے۔
- ☆ معاشرتی ضبط قائم کرنے میں اپنا مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔

ہر شخص حیات وکائنات کے بارے میں اپنا ایک خاص نقطۂ نظر رکھتا ہے جو اس کی ذات ، ماحول، شعوری اور لاشعوری اعمال پر مشتمل ہوتا ہے یہ نقطۂ نظر جو نتیجہ ہے عقل عامہ کا ذاتی فلسفہ کہلاتا ہے جس کی روشنی میں مقصد زندگی کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے تعلیم ایک حرکیاتی عامل کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے تعلیم زندگی کے لیے لزوم کی طرح ہے۔

تصور کائنات ، تصور زندگی اور فلسفۂ زندگی کے معنی و مدعا سے آشنائی تعلیم کے ذریعے ہی ہوتی ہے فرد کی خوابیدہ صلاحیتوں کو تعلیم ہی اجاگر کرتی ہے۔ زندگی کا مقصد اور اس کی حقیقت ونوعیت اس وسیع و عریض کائنات میں تعین ذات کا مسئلہ ، کائنات اور خود اپنی تخلیق کا مقصد اور حیات بعد الموت کا تصور وفلسفیانہ مسائل ہیں جو کسی معاشرہ کی جملہ تمدنی اقدار کو متاثر کرتے ہیں فلسفہ ان نظریات کی تشکیل کرتا ہے

* (ایڈمنسٹریٹر حرا اکیڈمی، جھنگ)

بشکریہ: ماہنامہ رموز، برمنگھم، جون 2003ء

جبکہ تعلیم انہیں عمل میں لاتی ہے۔

تعلیم انسان کو شعور ذات عطا کرتی جس کے سامنے رموزِ کائنات آشکار ہوتے چلے جاتے ہیں ۔تعلیم کا مقصد ذات ، کائنات اور انسانی رشتوں کی صحیح بصیرت پیدا کرنا اور انسانی توانائیوں کی ایسی صحت مند صورت گری ہے جس سے ذات اور اس کے پرتو میں من عرفه نفسه فقد عرفه ربه ۔کے مطابق خالق کا عرفان حاصل کیا جاسکے اور موجودات کے باہمی ارتباط اور انسانی رشتوں کی ماہیت کو صحیح طریقہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

فلسفیانہ نقطۂ نظر سے ذات اور کائنات کا تعلق عالم اصغر اور عالم اکبر کا ہے ۔تعلیم عالم اصغر یعنی (ذات) کی تعمیر کرتی ہے ۔تعمیر ذات کا منطقی نتیجہ عالم اکبر یعنی (کائنات) تسخیر ہے اور جب انسان اپنی تخلیق نو یعنی تعمیر ذات سے تخلیق کائنات کے مدعا و معنی کو سمجھ لیتا ہے اور پھر وہ خودی کے اس مقام پر ہوتا ہے جہاں ؎

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

مگر بندے کو اس مقام پر پہنچانے میں تعلیم اہم کردار ادا کرتی ہے۔

تعلیم کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ فرد کو ثقافتی شعور عطا کرتی ہے اسکول معاشرے کا ایک ذیلی ادارہ ہے جہاں پر فرد کو اعلیٰ ترین ثقافی ورثہ سے واقفیت دلائی جاتی ہے ۔اسکول کے تین بنیادی وظائف ہیں جنہیں تعلیم کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے۔

☆ ثقافتی ورثہ کو آنے والی نسل میں منتقل کرنا۔

☆ معاشرتی ردعمل اور نمونوں کے ارتقاء کے لیے تجربات مہیا کرنا

☆ تخلیقی قوتوں کی کماحقہ نشو ونما کرنا۔

ثقافت انسانی طرز معاشرت کا وہ نظام ہے جو اکتساب کے ذریعے ایک نسل سے دوسری نسل میں انتقال پذیر رہتا ہے ۔ثقافت فرد کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہے شخصیت کی نشو ونما کا دارو مدار اس کے معاشرتی ماحول پر ہوتا ہے یہ معاشرتی ماحول جو سیاسی ، معاشی ، مذہبی، تمدنی اور ادبی غرضیکہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوتا ہے۔

ہر معاشرہ اپنی ثقافتی اقدار کو فروغ دیتا ہے اور ہر قوم اپنے سماجی ورثہ کا تحفظ چاہتی ہے لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تعلیم معاشرتی عمل کے آلۂ کار کی حیثیت میں گزشتہ اور آئندہ نسلوں کے درمیان نہ ٹوٹنے والا رشتہ استوار نہیں کر لیتی ۔اس سطح پر تعلیم ایک نظام کو تشکیل دیتی ہے جس کے معنی باقاعدہ تسلسل اور تواتر کے ہیں گو تعلیم جہاں افرادِ معاشرہ کو ثقافت آسائی کا شعور عطا کرتی ہے جو تصور زندگی کو متعین کرتا ہے وہاں دونسلوں کے درمیان تہذیب و تمدن کا ایک ایسا رشتہ قائم کرتی ہے جو ماضی کی روایات سے حال کو مربوط کرنے کے ساتھ مستقبل کے روشن امکانات پر بھی محیط ہوتا ہے اور جس کی بدولت ایک مثالی معاشرہ کے قیام میں مدد ملتی ہے۔

تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے یہ معاشرت آسائی کا سب سے بڑا اور یقینی ذریعہ ہے وہ تعلیم جو فرد کو معاشرتی شعور عطا نہیں کرتی سود رساں نہیں ہوسکتی معاشرہ اپنی تہذیب و ثقافت اور تمدنی روایت کی حفاظت اور ترویج پر مسول و مکلّف ہے وہ اپنے افراد کو ایک ایسے مخصوص طرز حیات (Way of Life) کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے ۔ جو اس کی تعمیر نو (Reconstruction) کا آئینہ دار ہوتا ہے ہر معاشرہ خواہ وہ ترقی کی کسی بھی منزل پر ہو اپنا ایک تصور کائنات رکھتا ہے جس کے تحت اس کا فلسفۂ حیات تشکیل پاتا ہے اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی نوجوان نسل کو تمدنی اقدار کے اس پیکر میں ڈھالے جس پر اس کی گذشتہ نسل عمل پیرا رہی ہے اور یہ کام صرف اور صرف تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

اخلاقی اقدار کا پاس ، انسانی رشتوں کا تقدس ، مہر و وفا کا خیال ، محبت و اخوت کا شعور ، عدل و مساوات کا لحاظ اور اشتراکِ عمل کا

جذبہ وہ اعمال ہیں جو انسان کو معاشرتی عمل سے ہم آہنگ کرتے ہیں معاشرہ غیر رسمی طور پر ذرائع ابلاغ اور رسمی طور پر درسگاہوں کو معرضِ ظہور میں لاکر تعلیم کے ذریعے معاشرت سازی کے اس عمل کو جاری و ساری رکھتا ہے جس کی بدولت فرد نہ صرف اپنی فطرت کے سماجی تقاضوں کی تشفی کرتا ہے بلکہ سماجی منصوبوں میں حصہ لینا بھی سیکھ لیتا ہے اس طرح وہ معاشرہ کا پسندیدہ رکن بن جاتا ہے اور معاشرتی سرگرمیوں میں سرگرمِ عمل رہ کر معاشرہ کو مثالی بنانے میں اپنا کردار ادا کرتا رہتا ہے۔ معاشرہ مجموعہ ہے مختلف ادارات کا اور ادارات ایسی تنظیموں کو کہا جاتا ہے جس میں زندگی بدیہی صورت اختیار کرلیتی ہے۔

معاشرہ ایک کلی وحدت ہے جس میں موجود جملہ ادارات اس کلی وحدت کے اجزاء ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی حدود میں ذیلی وحدت ہیں کلی اور ذیلی وحدتوں کے مابین ربط کلی پیدا کرنا تعلیم کا فریضہ ہے گھر، مدرسہ اور مسجد سماجی، ثقافتی اور دینی ادارات ہیں فرد معاشرہ کے کسی ایک ادارہ سے وابستگی نہیں رکھتا بلکہ اس کی وابستگیاں کثیر النوع اور کثیر الاداراتی ہوتی ہیں اس طرح تعلیم فرد کو کثیر الاداراتی شخصیت بناتی ہیں یہ عمل مدرسہ کے ذریعے انجام پاتا ہے۔ جو کہ معاشرہ کا ایک ادارہ ہے جہاں پر افراد کی اخلاقی، سماجی، ذہنی، جسمانی، سیاسی اور ثقافتی تربیت کیجاتی ہے۔

تعلیم افرادِ معاشرہ کو ان مختلف ادارات کے افعال و اعمال سے نہ صرف روشناس کرتی ہے بلکہ ان کی تشکیلی مقاصد کے پیش نظر انہیں بھر پور انداز میں مطابقتی کردار(Adjustive Behaviour) کی انجام دہی کے لیے تیار بھی کرتی ہے۔

تعلیم کے ذریعے معاشرے میں ضبط قائم کرنے میں مدد ملتی ہے افراد کی تربیت کر کے معاشرتی معمولات کا فرمانبردار بناتی ہے جس سے وہ قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرتے ہیں اور معاشرے کے لیے مفید شہری ثابت ہوتے ہیں تعلیم معاشرے میں کردار کے نمونے پیدا کرتی ہے یہ نمونے ثقافتی معمولات کے مطابق ہوتے ہیں اس لیے تعلیم معمولاتی زندگی میں معاون ہے جس سے معاشرے میں ضبط قائم ہوتا ہے۔

تعلیم افراد کو ان کا منصب اور کارِ منصب متعین کرتی ہے جس سے وہ اپنا اپنا کردار اپنے اپنے مقام پر انجام دیتے ہیں۔ تعلیم افراد کو معاشرہ میں انکے کردار سے آگاہی فراہم کرتی ہے جس سے وہ اپنے حقوق و فرائض کے انجام دہی احسن طریقے پر کرتے ہیں جو کہ ایک مثالی معاشرے کے قیام میں مدد و معاون ہے۔

محولہ بالا بحث سے یہ حقیقت آشکارہ ہوئی کہ ایک مثالی معاشرہ کے قیام میں تعلیم کس طرح مختلف جہتوں میں اپنا موثر کردار ادا کرتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ افرادِ معاشرہ کے لیے ایک ایسا نظام تعلیم موجود ہو جس میں حرکیاتی لچک پزیری کے ساتھ ساتھ عہد حاضر کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت ہو اور جو تشنگانِ علم میں تمدنی، سیاسی اور اقتصادی بحرانوں سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت پیدا کر سکے۔

پاکستانی معاشرہ کو بھی مثالی بنانے اور اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے نظامِ تعلیم کی تشکیل ایسے حرکیاتی خطوط پر کریں جو ہماری سیاسی، اقتصادی، تاریخی، عمرانی اور ثقافتی روایات کی عکاسی کرتا ہو۔

☆☆☆

بچوں کا معارف

قرآنِ کریم

مرتبہ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

پیارے بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ربیع الاول شریف کا مہینہ، اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی، ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ، اللہ رب العزت، اس کے فرشتوں اور ایمان والوں کے نزدیک عزت و کرامت والا مہینہ ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام اسی ماہ کی بارہ (۱۲) تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے۔ اس دن کو اہل ایمان (مسلمانوں) کی سب سے بڑی عید کا دن تسلیم کرتے ہیں اور حضور اکرم علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ کی خوشی میں میلاد شریف کی محفلیں کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ تم نے بھی اس موقع پر اپنے گھروں کو سجایا ہوگا اور محافل میلاد میں شرکت کی ہوگی۔

تم سب کو عید میلاد النبی علیہ السلام کی خوشیاں مبارک

بچو! مارچ کے مہینہ میں ہم نے تمہیں آسمانی کتابوں کے متعلق بتایا تھا کہ یہ چار (۴) ہیں اور یہ کہ سب سے آخری آسمانی کتاب قرآن عظیم، اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے اور آخری نبی محمد مصطفیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اب آج کی ملاقات میں ہم تمہیں قرآن عظیم کی خصوصیات کے متعلق چند ضروری معلومات بتائیں گے۔ جنہیں تم غور سے پڑھو اور انہیں یاد رکھو اور اس پر عمل کرو۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہے کہ جس کے نازل ہونے کے بعد اس سے قبل بھیجی ہوئی تمام آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ کردیے گئے یعنی اللہ بزرگ و برتر نے ان پر عمل کرنے کا حکم ختم کردیا اب قیامت تک صرف قرآن عظیم کے احکام پر عمل درآمد ہوگا۔ اس لئے کہ ہمارے پیارے نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور ان پر نازل کردہ کتاب، قرآن عظیم، اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل دینِ اسلام والی کتاب ہے۔

پیارے بچو!

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ پہلی کتابوں یعنی توریت، زبور اور انجیل کی آیتوں اور ان کے مضامین، ان قوموں نے مثلاً یہودی اور عیسائیوں کہ جن کے لئے یہ نازل کی گئی تھیں، ردوبدل کردیا اور اپنی طرف سے من مانی باتیں اس میں داخل کرکے کتب الٰہی کی بے حرمتی کی۔ لیکن الحمدللہ قرآن عظیم وہ کتاب ہے کہ جس میں چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ تو کوئی ترمیم (یعنی زیادتی یا کمی) ہوئی اور نہ صبح قیامت تک ہوسکتی ہے اس لئے کہ اللہ خالق و مالک نے قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے وہ قیامت تک محفوظ رہے گا۔ چنانچہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورۃ الحجر ۱۵: آیت ۹)

"بے شک ہم نے اتارا ہے قرآن اور بیشک ہم نے

خود اس کے نگہبان ہیں"

قرآن کریم ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اہل عرب باوجود سخت کوشش کے اس کی مثال پیش کرنے بلکہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کے مقابلہ میں ایک سورۃ بھی لکھ کر لانے سے عاجز رہے۔ حالانکہ وہ اہل فصاحت و بلاغت تھے اور زبان و بیان کے ماہر بھی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا٥

(سورۂ بنی اسرائیل، ۱۷:۸۸)

"تم فرمادو (اے محبوب) اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو"۔

رسول اللہ ﷺ پر قرآن عظیم کا نزول غارِ حرا (مکۂ مکرمہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام) سے شروع ہوا اور ۲۲ برس ۱۰ ماہ اور ۱۳ دن کے طویل مدت میں اس کا نزول مکمل ہوا۔ اس میں کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ نزول قرآن کی کیفیت یہ ہوتی کہ حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام قرآن پاک کی تلاوت حضور اکرم ﷺ کے سامنے کرتے اور رسول اللہ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے سامنے اس کی تلاوت فرماتے، تو یاد کرنے والے یاد کر لیتے اور لکھنے والے لکھ لیتے۔ اس وقت امتِ مسلمہ کے پہلے خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر ایک مصحف کی شکل میں جمع کیا گیا اور پھر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے حکم پر اس کی نقول تمام بلاد اسلامی کو بھیجی گئیں، تا کہ متعلقہ ملکوں میں اس کو رواج دیا جا سکے۔ گویا قرآن اللہ تعالیٰ کا ازلی وابدی کلام ہے۔ اس میں ہر چھوٹی بڑی شے کا بیان ہے اور جو کچھ بیان ہے سب کا سب حق ہے، ہر انسان پر خواہ عربی ہو یا عجمی یعنی کہیں کا رہنا والا ہو اور کوئی سی زبان بولتا ہو، اس پر ایمان لانا، اس کی صحیح مخارج کے ساتھ تلاوت کرنا اس کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

بچو! چونکہ تمہاری زبان اردو ہے اس لئے بہتر ہے قرآن شریف (ناظرہ) ایک بار ختم کر لینے کے بعد دوبارہ ترجمہ کے ساتھ کسی اچھے عالم کے سامنے پڑھو۔ قرآن شریف کے اردو تراجم بہت ہیں لیکن سب سے بہتر سلیس اور آسان ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا "کنزالایمان" ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کا خاص خیال رکھا ہے اس لئے آپ کو چاہیئے جب آپ ترجمہ کے ساتھ قرآن عظیم پڑھیں تو "کنزالایمان" سے پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

☆☆☆
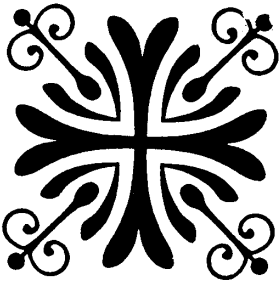
کُتبِ نَو

نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں

تبصرہ نگار: حافظ محمد علی قادری

نام کتاب ...... سیرت صدر الشریعہ

مصنف:	......	حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری (ایم۔اے)
تقدیم:	......	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
طبع اول:	......	1106 (باراول)
سن اشاعت	......	جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ/ اکتوبر ۲۰۰۲ء
صفحات:	......	311، مجلد، خوبصورت گیٹ اپ
ناشر:	......	مکتبۂ اعلیٰ حضرت، لاہور، پاکستان
ھدیہ	......	99روپے

دینی بصیرت اللہ تبارک و تعالیٰ کی بہت بڑی عطا ہے۔ حدیث شریف سے اس بات کی تائید ان مبارک الفاظ میں کی گئی ہے:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

''اللہ تعالیٰ جس کی بہتری چاہتا ہے اسے فقیہہ بنا دیتا ہے''

فقیہہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکی وفہیم ہو، علوم اسلامیہ، قرآن وحدیث پر گہری نظر رکھتا ہو اور اپنے زمانے کے علوم، لوگوں کے مزاج وعادات، رسم ورواج اور تہذیب وتمدن سے پوری طرح باخبر ہو۔

برطانوی دور کے آخری عہد یعنی انیسوی صدی کے اواخر اور بیسوی صدی کے اوائل (ربع) میں امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ جیسی عبقریٔ وقت فقیہہِ یگانہ اور ہمہ جہت شخصیت اپنے تجدیدی کارناموں، دینی، علمی، فقہی اور تصنیفی خدمات کی بناء پر ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ ان کے ہم عصر علمائے حرمین نے انہیں فرید الدہر، فقیہہ اعظمِ زمانہ، یگانۂ روزگار، امام العصر اور اس صدی کا مجدد قرار دیا۔ یوں تو تجدید واحیائے کے دین کا کارنامہ ان کی ہزار سے زائد تصانیف کی سطر سطر سے عیاں ہے، لیکن فتویٰ نویسی، تجدید دین، احیائے سنت اور تفقہ فی الدین ان کا خصوصی میدان تھا۔ ان کی ہزار سے زائد تصانیف کا تقریباً ثلث حصہ (300 کتب) ان کی فقہی بصیرت پر شاہد عادل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کسبِ نور کے لیئے نورِ علم کے متلاشی طلباء و علماء کا ایک عظیم مجمع مثل ستاروں کے اس آفتاب علم کے سامنے حلقہ باندھے جمع ہوگیا۔ ان میں سے ہر اک ستارہ علم کا آفتاب بن کر چمکا اور اپنی روشنی سے سینکڑوں ہزاروں کو منور کر دیا۔

امام احمد رضا کے ایسے صحبت یافتہ اور ان کی مجلس علمی کے خوشہ چیں شخصیت حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ہیں۔ آپ نے رضوی دار الافتاء میں فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی اور قربتِ رضا سے وہ کچھ سیکھا کہ نیابتِ رضا کے اعلیٰ منصب پر فائز

ہوئے، بارگاہِ رضوی سے آپ کو صدرالشریعہ اور بدرالطریقہ کے عظیم خطابات سے نوازا گیا۔ آج پورا برصغیر پاک و ہند اس آفتاب علم کی تابانیوں سے منور ہے۔

منظر اسلام کی تدریس اور رضوی دارالفتاء کی خدمتِ فتویٰ نویسی نے انہیں اعلیٰ حضرت کا ایسا قرب عطا کیا کہ انہیں چاروں سلاسل میں بیعت وخرقہ خلافت سے بھی نوازا گیا اور اعلیٰ حضرت نے ان کو ''سلطنتِ اسلامیانِ ہند'' کا ''مفتیِ اعظم'' اور ''قاضی القضاء'' قرار دیا۔

کتاب کی خصوصیات:

فاضل نوجوان مصنف عزیزی حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری صاحب (ایم۔اے) پنجاب یونیورسٹی لاہور) قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ایم۔اے کے مقالے کے لیے ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جس کی پوری زندگی علوم اسلامی کی خدمت میں گزری۔ فاضل مصنف نے اہل سنت کے علماء، اہل قلم اور صدر الشریعہ کی صوری اور معنوی اولاد کی طرف سے ایک عظیم فرض ادا کیا۔

اس مقالے کی اہمیت اس اعتبار سے بہت بڑھ جاتی ہے کہ یہ یونیورسٹی کی سطح پر مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی شخصیت پر پہلا تحقیقی مقالہ ہے جو جدید علوم کے تربیت یافتہ طلباء و اساتذہ، اسکالرز اور قارئین کے لیے ترغیب وتشویق کا باعث ہوگا۔ مقالے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف موصوف نے اس کی تیاری میں محنت اور لگن سے کام کیا۔ انہوں نے تقریباً 63 مراجع (کتب ورسائل) سے رجوع کیا۔ اسلوب تحریر سادہ اور محققانہ ہے اور ترتیب و پیش کش اور طرز استدلال بہت دلنشیں ہے، یہ کتاب 13 ابواب پر منقسم ہے:

۱-ابتدائی حالات وواقعات ۲-حج وزیارت
۳-اخلاق وعادات ۴-تصنیفات
۵-نمونہ تحریر وفتاویٰ ۶-مکتوبات
۷-اساتذہ ۸-تلامذہ
۹-خلفاء ومریدین ۱۰-اولاد امجاد
۱۱-وصال پرملال ۱۲-کرامات
۱۳-نذرانہ اہل دانش ومناقب

یہ مقالہ حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی حیات اور علمی کارناموں پر ایک مبسوط مقالہ قرار دیا جاسکتا ہے جو اس موضوع پر کام کرنے والے مستقبل کے محققین کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ناشر مولانا محمد اجمل عطاری قادری حفظہ اللہ الباری کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک اہم دینی وملّی خدمت انجام دی اور مکتبۂ اعلیٰ حضرت کے زیر اہتمام اس مقالے کو چند اضافوں کے ساتھ ''سیرتِ صدرالشریعہ'' کے نام سے شائع کیا۔

زندہ قومیں اپنے اکابر کی یادوں کو مشعل راہ بنا کر ترقی اور کامرانی کے زینے طے کرتی ہیں شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

دور و نزدیک سے

آپ کے خطوط کے آئینے میں

محترمی ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خیریت کا طالب بخیرت!

عرض خدمت یہ کہ کافی عرصہ ہوا آپ سے خط و کتابت نہ کئے کہ سابقہ بار ہماری کتاب ''معارفِ اسمِ محمد ﷺ'' کے پیش لفظ کے سلسلے میں آپ سے رابطہ کیا تھا۔ جس کے جواب میں تسلی بخش تقدیم آپ نے تحریر فرمائی تھی۔

فی الوقت دوبارہ زحمت Ph.D کے سلسلے میں آپ کو دینی پڑی وہ یہ کہ میری اہلیہ نے دو سال قبل ہی اردو میں M.A کیا ہے۔ اس سے قبل انہوں نے تاریخ میں M.A کیا تھا M.A in Archaeology & History۔ جس کا مقصد انہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر Ph.D کرنا تھا۔ مگر اب ہمارے یہاں کے "Karnataka University Dharwad" میں اس سلسلے میں دریافت کیا تو جواب ملا کہ جب تک "M.A. in Urdu" نہ ہو، آپ Ph.D اعلیٰ حضرت پر نہیں کر سکتے۔ پھر انہوں نے مجبوراً ایم.اے تاریخ کے علاوہ ایم.اے اردو کے لئے داخلہ لے لیا۔ پھر اول نمبر پر ایم.اے اردو پاس کیا۔ آج وہ یہاں ادارۂ انجمن اسلام، ہبلی، کے ''اینگلو اردو ہائر سیکنڈری اسکول، ہبلی'' میں اردو ٹیچر کی حیثیت سے مستقل طور پر ملازمت کر رہی ہیں۔

جس وقت انہوں نے ایم.اے.اردو پاس کیا اس وقت بھی دو سال قبل ہی سے وہ ''اعلیٰ حضرت'' پر Ph.D کے لئے مجھ سے بار بار فرمائش کر رہی ہیں، لیکن اس درمیان کچھ پریشانیوں اور مصروفیات کے باعث میں خود انکی فرمائش پوری کر نہیں سکا۔ لیکن سابقہ ہفتہ انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ اس روز نماز فجر کے بعد انہوں نے کہا کہ آج مجھے بہت ہی اچھا خواب نظر آیا۔ ان کا بیان ہے کہ خواب میں انہوں نے بریلی شریف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور دعا فرمائی کہ یا اللہ میرے شوہر کی تجارت میں خیر و برکت دے اور جملہ پریشانیوں کو دور فرما۔ تو قبر انور سے آواز آئی کہ آمین! پھر دعا کی کہ ہمیں درازیٔ عمر عطا فرما ربّ ذوالجلال والاکرام! تو قبر منور سے آواز آئی آمین!۔ پھر دعا کی کہ اے ربّ العزت! ہمارے ماں باپ بھائی بہن کو تندرستی وصحت عطا فرما اور ان کی پریشانیوں کو دور فرما! تو قبر اطہر سے آواز آئی، آمین!۔ یہ آواز تین چار قبروں میں سے اس قبر سے آئی جس پر سیاہ غلاف Velvet کپڑے کا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ پھر میں سوچنے لگی کہ اس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مزار کون سا ہے؟ تو اچانک اس قبر سے جس سے آمین کی صدا آئی تھی چہرۂ انور نمودار ہوا، پھر مزار نے کروٹ لی'' معلوم ہو کہ آج تک محترمہ نے زندگی میں کبھی بریلی شریف کا سفر نہیں فرمایا اور نہ ہی وہاں کے مزارات کا ذکر سنا۔ الغرض اس ہفتہ میں

نے سوچا کہ انہیں Ph.D کا داخلہ کرادیا جائے کیونکہ اس ہفتہ انہوں نے پھر اسکا ذکر چھیڑا۔ چند روز قبل ہی اس کا موضوع بھی ذہن میں آ گیا اور وہ ہے

"امام احمد رضا بریلوی کی اے (اکہتر) علوم پر دسترس"

اس موضوع کو محترمہ نے بھی پسند کیا۔ کیونکہ اس موضوع پر مفصل طور پر اب تک کسی نے Ph.d نہیں کیا شاید۔

پھر دو تین روز قبل ہم نے کرناٹک یونیورسٹی دھارواڑ کے شعبۂ اردو کے اساتذہ سے ملاقات کی اور گائیڈ کی درخواست کی (محترمہ نے کہا کہ) میں اعلیٰ حضرت پر Ph.D کرنا چاہتی ہوں، کیا آپ گائیڈ بن سکتے ہیں۔ کیونکہ یہاں پر گائیڈ کے بنا Ph.D رجسٹریشن نہیں ہوسکتا۔ داخلہ مل نہیں سکتا اور گائیڈ شپ بھی اس کو ملا کرتی ہے جس نے Ph.D کرکے کم از کم تین سال گزارے ہوں۔

الغرض دریافت کرنے پر کرناٹک یونیورسٹی دھارواڑ کے پروفیسر ڈاکٹر اشرف حسین (شعبۂ اردو، ایم.اے) نے پوچھا کہ "کون اعلیٰ حضرت؟؟؟

افسوس کے ساتھ محترمہ نے کہا کہ "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" تب انہوں نے کہا کہ "فاضل بریلوی! ٹھیک ہے تم آجاؤ"۔

تو افسوس کہ یہاں کے پروفیسر و ڈاکٹروں کا یہ حال ہے کہ وہ "اعلیٰ حضرت" علیہ الرحمہ کو جانتے تک نہیں۔ رہنمائی کیا کریں گے؟ گائیڈ کیا بنیں گے۔ لیکن پھر بھی ہم مجبور ہیں کہ عورت کا معاملہ ہے، گائیڈ قریب ہی ہو تو بہتر ہے ورنہ دور دور دوسرے صوبوں میں ویسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر Ph.D کرنے والے گائیڈ مل جاتے ہیں۔ جیسے چند سال قبل مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب نے "اعلیٰ حضرت کا تصورِ عشق" کے موضوع پر Ph.D کیا ہے۔ لیکن یہ بھی خبر نہیں کہ انہیں گائیڈ شپ ملی ہے یا نہیں؟ اور نہ ان کا مستقل پتہ ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں؟۔ کیونکہ پہلے تو وہ مڈگیرہ میں تھے (کرناٹک ہی میں) مگر اب وہاں نہیں ہیں۔

اس لئے ہمارے گائیڈ کا کہنا ہے کہ فہرست مضامین یا فہرستِ ابواب وغیرہ سب کچھ ہم خود ہی تیار کرکے لے آئیں۔ اسی سبب آپ سے یہ التماس ہے کہ "امام احمد رضا بریلوی کی اے/علوم پر دسترس، عنوان کے تحت اقسام، فصلیں اور ابواب یا حصّے اور ابواب کی ایک مکمل فہرست بنا کر ہمیں ارسال کریں، کرم ہوگا۔

پھر Ph.D کے رجسٹریشن کے بعد کچھ مواد (کتب و رسائل جو بھی آپ سے ہو سکے) فراہم کریں۔ ویسے بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے پاس آدھے سے زیادہ مواد موجود ہے فی الوقت۔ باقی کے لئے جستجو کرنی ہے۔ معلوم ہو کہ ہمارے اس شہر ہبلی بلکہ پورے ضلع دھارواڑ میں آج تلک کسی شخص نے "اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ" پر Ph.D نہیں کی۔ جبکہ دوسرے عنوانات پر Ph.D کرنے والے بے شمار حضرات موجود ہیں۔ اور باوجود اس کے ہبلی ایک بہت بڑا او رمشہور شہر ہے، جتنا کہ لاہور اور کراچی۔

نیز یہاں کا قاعدہ بھی یہ ہے کہ Ph.D کا مقالہ کم از کم پانچ سو (500) صفحات اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار (1000) صفحات کا ہونا لازمی ہے اور ہمیں امید قوی کہ ہمارا یہ مقالہ 500 سے زائد صفحات کا ہی ہوگا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

امید کہ جلد ہی آپ فہرست مضامین یا فہرست ابواب تیار کرکے ہمارے پتہ پر ارسال فرما کر مشکور کریں گے اور ساتھ ہی اپنی رائے اور مفید مشوروں سے نوازیں گے۔

خدا حافظ
نعیم احمد
ہبلی، انڈیا

رپورٹ: سید محمد خالد قادری

امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۳ء کراچی

زیر اہتمام: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل

بروز ہفتہ ۲۶/ اپریل ۲۰۰۳ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل کراچی کی جانب سے ایک مقامی ہوٹل میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس محفل کے مہمان خصوصی سید سردار احمد صوبائی وزیر داخلہ حکومت سندھ تھے جبکہ صدارت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی، وائس چانسلر فیڈرل اردو یونیورسٹی آف آرٹس، سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی نے انجام دیئے۔ مقالہ نگار حضرات میں علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، جسٹس سید عتیق الرحمٰن شاہ بخاری، علامہ منظور احمد سعیدی اور مصر کے اسکالر ڈاکٹر حازم المحفوظ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جبکہ خطبۂ استقبالیہ ادارہ کے صدر سید وجاہت رسول قادری صاحب نے پیش کیا۔ اسٹیج کی نظامت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جنرل سیکریٹری ادارہ ھذا، نے انجام دیئے۔ کانفرنس میں بڑی تعداد میں مقتدر علمی و دینی شخصیات نے شرکت فرمائی

امام احمد رضا علوم وفنون دونوں میں تحقیق کی اعلیٰ مہارت رکھتے تھے، اس قدر ہمہ جہت تحقیق کے زاویے بغیر علم لدنی کے ممکن ہی نہیں۔ ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا نے ''امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۳ء'' میں اپنے صدارتی خطبے میں کیا۔ آپ نے مزید کہا کہ میں نے وفاقی اردو یونیورسٹی میں مضامین کی تخصیص ختم کردی ہے کیونکہ اچھا سائنسٹسٹ اسی وقت اچھا انسان بھی ہوسکتا ہے۔ میں نے یہ سبق امام احمد رضا کی شخصیت اور تعلیمات سے حاصل کیا۔ کانفرنس کے مہمان خصوصی صوبائی وزیر داخلہ جناب سید سردار احمد صاحب نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان ان دنوں دنیا کی دوڑ میں اس لیئے پیچھے ہیں کہ انہوں نے تحقیق و تجسس کو چھوڑ دیا ہے۔ آج امام احمد رضا کی تعلیمات کی روشنی ہم کو بتا رہی ہے کہ اس وقت ملت اسلامیہ دوبارہ عروج حاصل کرنے کیلئے جب تک تحقیق کے میدان میں آگے نہیں آئے گی اس وقت تک ہمارا مستقبل تابناک نہیں ہوگا۔ مقالہ نگار میں سب سے پہلے جسٹس عتیق الرحمٰن بخاری نے امام احمد رضا کے عربی ادب کو تخلیقی ادب قرار دیا۔ آپ نے بتایا کہ امام احمد رضا کے الفاظ و تراکیب میں وہ نغمگی پائی جاتی ہے جس سے موقع کی مناسبت و کیفیت کا احساس بھی ہونے لگتا ہے۔ الازھر یونیورسٹی، مصر سے آئے ہوئے ممتاز اسکالر ڈاکٹر حازم محمد احمد المحفوظ نے اپنے تحقیقی مقالے میں بتایا کہ آج کل جامعہ ازہر میں متعدد عرب اسکالرز ان کی مختلف جہتوں پر تحقیق میں مصروف ہیں اور حال ہی میں چار کتابیں امام احمد رضا شخصیت اور دینی خدمات پر مصر سے شائع ہوئی ہیں۔ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں فرمایا کہ امام احمد رضا نے الٹرا ساؤنڈ کی تھیوری سو سال پہلے پیش کردی تھی ان کے علوم وفنون کا احاطہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ مولانا منظور احمد سعیدی نے امام احمد رضا کی حدیث دانی پر گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ امام احمد رضا خاں فنِ روایت حدیث کو ہر حیثیت سے جانتے تھے اور ہر حدیث میں ہر قسم کے متشابہات میں امتیاز کرنے کی بھرپور مہارت رکھتے تھے۔ معروف مبلغ اسلام جناب سید شاہ تراب الحق قادری صاحب نے ادارہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا کہ امام احمد رضا کو بین الاقوامی جامعات میں متعارف کروانے میں ادارے کی خدمات قابل تعریف ہیں۔

کاروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، تلاوت قرآن جناب قاری غلام حسن الحسنی صاحب نے کی اس کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ سید محمد ریحان قادری اور سید محمد فرقان قادری نے پیش کیں۔ کانفرنس کے اختتام پر جسٹس عتیق الرحمٰن صاحب کو ادارہ کی جانب سے ان کی ام فل کی ڈگری کے حصول پر یادگار شیلڈ پیش کی گئی اس کے علاوہ تمام مہمانوں کو ادارے کی جانب سے سندھ کی روایت برقرار رکھتے ہوئے اجرک، ٹوپی اور ادارے کی جانب سے شیلڈ پیش کی گئیں۔ کانفرنس کا اختتام صلوٰۃ سلام، دعا اور تواضع کے ساتھ ہوا۔

النثر الفني

عند الشيخ إمام أحمد رضا

١٨٥٦م - ١٩٢١م

دراسة فنية وأسلوبية

قاضي السيد عتيق الرحمن شاه بخاري

إدارة تحقيقات الإمام أحمد رضا انترنيشنل

المركز العالمي لبحوث الإمام أحمد رضا

كراتشي - جمهورية باكستان الإسلامية

٢٥، جابان مينشن، رضا جوك، (ريجل) صدر كراتشي ٧٤٤٠٠ صندوق البريد ٤٨٩،

هاتف: ٧٧٢٥١٥٠، فيكس: ٧٧٣٢٣٦٩، اى.ميل: marifraza@hotmail.com